



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ آمَنُوا بِمَا كَانُوا يُعْذَرُونَ



الإدارة العامة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
نظارة  
الإدارة العامة

٧٩٩٩



SALAR JUNG ESTATE LIBRARY

(Oriental Section)

URDU PRINTED BOOKS

Accession No. ۱۲۵

Subject.....No .....

# نظارۃ لکھنؤ

سائیکرہ نمبر

اسٹنٹ ایڈیٹر۔ ہنزاد ذاختری لکھنؤ

جلد	بابت ستمبر و اکتوبر ۱۹۳۱ء	نمبر ۵۴
مضمون	مضمون نگار	صفحہ
مضمرات	ایڈیٹر	۲
رامپور کی ترقیات	ایک دانشکار کے قلم سے	۱
نشر	دیپنشر کے قلم سے	۱۰
مدتوں کا کیا سایہ درود یار کا	جناب اختر لکھنؤ	۱۳
کچھ ہم کہیں کچھ وہ سمجھیں	رازدار کے قلم سے	۱۴
جوش سے خطاب و نظم	لقاب انبر پوش کے قلم سے	۱۵
یاد قادیان سریم خاں خاتمانہ	جناب لانا حسین صاحب لکھنؤ	۲۵
آہ جاناں مرگ بالف ذول	ہفت مرحوم	۳۱
سچا افسانہ (افسانہ)	اسٹنٹ ایڈیٹر	۳۲
فطری جذبات	حضرت بہن اجتہادی	۳۶
ہجاری تین خواہشیں	از رفقا سالی لکھنؤ	۳۷
داتہ (غزل)	اسٹنٹ ایڈیٹر	۴۰
مضمون	مضمون نگار	صفحہ
تحقیق جدید	مستر چیمپسٹم کے قلم سے	۴۱
شام کا پہلا آرا	از ادیب	۴۲
بھابھی کی سرگند شدت	۵۷ کے قلم سے	۴۶
رنگ تفرل	جناب ہلال رامپوری	۵۰
شاہی سراغ رساں دنیا	از ڈاکٹر آدم ستیا پوری	۵۱
مرحوم دوست سے	جناب محمود حسن صاحب بنوری	۵۴
دورنگی غزل	حضرت امیر خسرو دہلوی مرحوم	۵۷
انتخاب مشاعرہ ستیا پور	مختف شعرا	۵۸
اشتہارات	مشتہرین	۶۴ تا ۶۲



## مختصرات

۷۷۲

## نگار اور معارف کی جنگ

نگار کی مخالفت عام ہوتی تھی۔ بقول مدیر اشادات دسفر از اب لوگوں کی آنکھیں کھلیں۔ عبدالمجید صاحب آبادی تو پہلے ہی سے مخالف ملک طبعان اٹھا ہے تھے اور معارف کے عالم عرصے روشنی ڈالنے میں مصروف تھے۔ مگر اب آج کل ہی بہت کڑائی شروع کر دی اور زمیندائے خرمین میں بھی چند دالے نظر کرنے لگے معارف اور نگار میں عرصے سے پیڑھا بڑھ چکی ہے۔ اول لڑکے کے ادارہ سے سب سے پہلے شائع کی گئی تھی سنا ہو کہ مدیر نگار نے لفظوں کی اُلت پھیر سے اسوۃ الصوابیات کو صرف صحابیات کے کہہ دیا۔ اور اسی میدان سے جتنا چھڑائی نگر و مذہب ان دونوں ناموں میں ربط پیدا ہو سکتا ہو اور نہ جلد ملحد دریا آبادی سے کٹر مسلمان بنانے سے صلح کر سکتے ہیں۔ نیاز بھی ہر نادان سے بے نیاز نہیں لیکن ایک عجیب بات ہو کہ نگار کے معنایں کا جواب جیسے ہیں معارف میں ترقی قدمی کرتا ہو کہ جواب میں تکیل نہ در ہو۔ لوگوں نے دیکھ کر کہ نگار کا وجود بھی نگار ہی کے مقابلے کے لئے ہو۔ ان آپس میں شک نہیں کہ مذہبی و اخلاقی مخالفت سب پر لازم ہو لیکن ملاحظہ نگار کے مقالوں پر دیسی بے معنی قلم فرسائی نہیں کرنا چاہتا۔ جسکو دوسری لفظوں میں ٹوٹ بند کی کہا ساسکے۔

مطالعہ حدیث تحقیق کی روشنی میں مسلسل مضمون نگار میں شائع ہو رہا ہے جس نے سب سے سب نگاروں کو غائب کر کے مسلمانوں پر بھونچتہ احسان کیا ہو لیکن اس کے مقالہ لامل ہی کا جواب یا گیا جیسے حضرت ابو ہریرہؓ نے کی گئی ہو۔

اس طرح معلوم ہوتا ہو کہ معارف و اس کے اہل قلم ناز سے زیادہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روک تھام فرض جانتے ہیں نگار کے مقالہ نویس نے حاجانہ و زناویل کی جو گومار نہ بھی ہر جگہ شد و زنا بیت نہیں ہوتا معارف کی تمیز میں حیرانہ سہ فریاد کی گئی ہو وہ بھی قاتل کے لئے صرف کیا یہ بے طری شدہ رسید ہو سکتی ہو۔ معارف کے مقالہ نگار کہتے ہیں ”اس سے پہلے کے مقالات میں غریب پہلے مولوی مجددی ملت ہدایت طاہرہ بنتے تھے لیکن تازہ مقالہ میں ہمارا مصلح نے آج سے تیرہ سو سال پہلے کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے خلاف مودہ چھایا ہو۔

سورہ الباقہ میں شان جواب کا پہلے نگار لایا آسان ہو ایک طرف یفطین قارئین کے جذبات قدیم سے ایل کر رہی ہیں اور دوسری طرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی ذہنیات سے مقابلہ نگار عرب کرنا چاہتا ہو ہماری ہی دعا ہو کہ خداوند عالم صحابہ کرام کو رضوان عطا فرمائے لیکن صحابی اگر وہی ہیں جنہوں نے غیر مشروط طریقہ سے خیانت و اغضت کر دیکھا ہو تو ہر مرتبہ صحابہ میں سی و کو شیش پر ہی ناتمام ہو اور اس طرح گودہ میں اچھے بے دونوں کا وجود بدی ہو۔ اور قرآن مجید خود اطن و بعض ایسے لوگ جنہوں نے اغضت کو خود دیکھا ہی تھا نہیں ایسے میں جن کو ہفتھرت کے لئے بشر سادہ کی ارادوں سے پہچانتے تھے وہ سب عنوان کے علاوہ کسی اور جگہ بھی ہیں اور انشاء اللہ ان کے فلاح فرما۔ یہ تمام

و لعل حصہ فی حق القول و اندامی علموا حالکم سورہ محمد صحت صحابیت سے مرصہ کرتا اور جسے نئے اعتقادات سے اپیل کرتا تو یہ جمالی حقیقت سے مرصہ صاحب بن صافی بھی تھے اصحاب ہی ہیں مرتد بھی ہوئے۔ اصحاب ہی میں سے کچھ کافر بھی تھے اسلئے نگار کا یہ طوطا حل مدح ہی کہ اسکا کتا بیکہ مرصہ صاحب جو واجب تسلیم ہو سکتے ہیں اور کوہ عام سے علیحدہ کر کے اور جمع و تفیل ہی سے ممکن ہو۔ اس تحقیق و تفریق میں اور بعضی حصہ کلام سے پہلے جذبات قابل گرفت تھی حضرت ابوہریرہ بھی ہو سکتے ہیں یہ قول بخاری نے اقدار کی روایت کی جیسے یہ ابوالاء۔  
۔ اے میں اور میں شک نہیں کی روایتوں کی حد تک حدیث مملکت اختیار کر لی۔

نگار کے عقائد کا نہ صرف حقیقت کا معنوں کو ادنیٰ درجہ پر تقسیم کیا ہو بلکہ باہر سے نقل و نقل کا منہ پہلے حصہ میں حضرت ابوہریرہ کو تاریخی اور اخلاقی حیثیت سے لڑنے کی کوشش کی گئی ہو اور دوسرے حصہ میں انکی روایتوں پر غلط فہمی کی ہے۔  
ہمارے خیال یہ دنوں حصہ سودا بنیتے پہلے حصہ میں تحقیق کی گئی ہو کہ اس کی روایات کا ادنیٰ کتنے دن آنحضرت کی خدمت میں رہا تھا۔ اگر وقت بہت معلومات کا ذخیرہ تھا یا جاسکے۔ دوسرے حصہ ہی میں کو دوسری غلطوں میں بدایت کہا جاتا ہو روایت اگر گناہ ہو تو اس گناہ سے کہ در شہر شامین فرسند

مقالہ نگار معارف جواب کو ناخیر و توفیق سے حال میں ادب جاتا ہو اور اس کو یہ دوسرے شروع ہوا تاہم مقالہ نویس نگار اپنا نام ظاہر کرنے میں کیوں لڑتا ہے۔ مان لیجئے کہ آپ ہی کے خوف لڑنا ہو اور حق گو کے ہمد میں خودیانا ہی اسی لیکن مقالہ نگار معارف کیلئے جواب دینے میں اس سے کیا مبالغہ پیدا ہوتے ہیں۔ اصل اعتراض یہاں سے شروع ہوتا ہو کہ وہ آنحضرت کی خدمت میں کسی نے آئے اور صرف تین چار ہی ہیں تھانیض صحبت حاصل کر سکے۔ مگر کثرت حدیث میں ان سے بھی ازیں لیگئے جو اول دن سے آخر دن تک ہمراہ تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں

میں بڑا ہوائی کی حالت میں اور جب آنحضرت کے پاس ہجرت کی اسی وقت میں سکین تھا اور ذکر تھا فردان کی جی کا صرف پیٹ کی زکری پر اور باری ارض چلنے پر جن لوگوں کے لئے کڑی پانی پیتا تھا جب وہ اترتے اور جانوروں کو کاکر جلاتا جب دوسرا ہوتے تو شکر ہوا اس کا جس نے دین کو مضبوط کیا اور ابوہریرہ کو دین کا پیشوا بنایا۔ (ابن ماجہ) آخر کے فقرے قابل غور ہیں مقالہ نگار معارف نے اس حصہ کو بھی کٹی حصے کئے ہیں اور پہلے اعتراض (۱) جب ابوہریرہ (۲) مدینہ کے تو قیام مملوک تھے اس اعتراض کا جو کچھ جواب دیا گیا ہو وہ سب ان لفظ میں سما جاتا ہو (۱) ابوہریرہ ان قیدی میں نہ آئے تھے بلکہ اپنے چین کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ کوئی گیس کچھ نہ سب کی تلاش میں مدد دراز اسفر نہیں کر سکتا اور یہ صل فطرت ہے) تا قدیم ان دونوں جو اب اس کے حصے ہیں سے ناواقف نہیں ہیں۔ پہلے حصہ کا جواب پالیا ہو وہ حضرت ابوہریرہ کی حالت نہیں کرتا۔ بلکہ شیعہ کی کہ ان کی خطرناک تبار ہے اور صاف تبار ہو کہ آپ جب اپنی سی بات کہنا چاہتے تھے کہ اسکا شکر جس نے دین کو مضبوط کیا اور ابوہریرہ کو دین کا پیشوا بنایا تو اسکو نہ روایات سے تفصیلات شروع کرتے تھے اب کی یہ فطرت رواد کے لئے جا بجا مصیبت گئی ہو گئی اسلئے کہ آپ کو نہ صرف تقریر آزادی مضبوط ہوئی تھی اور ناقلین اس ساری تقریر کو ہر حال کو جو م جو م کہتے ہیں خود اپنے ہاتھ سے جملہ یہ بیان گوید دروغ۔

(۲) جواب کا دوسرا حصہ اگر خود نیاز کی جانب سے پیش ہوتا تو لائق تہنیت بھی تھا، مگر کسی ایسے باندہ پر جو حدیث و روایہ کی حمایت فرض سے بالاتر جانتا ہو۔ وہ معمولی قدرت پیش نہیں کر سکتا کہ سچہ مصیبت خیر و طویل سفر صرف مذہب کیلئے نہیں کر سکتا درحالیہ کہ ایسے بچے بکثرت ہیں جنہوں نے صرف یا ان کیلئے ہزاروں مصیبتیں جھیلیں بلکہ جانیں دیدیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے بھی اگر بچپن ہی میں یہ سفر کیا ہو اور زحمت سفر کبیر داشت کر گئے ہوں تو صرف یہ کہا جاسکتا ہو کہ سخت جانوں کی قسم کے تھے۔ (باقی آئندہ)

**جہاں عالم نمبر**۔ نظارہ نے سوا برس جن مشکلات میں مبتلا رہ کر بسر کیا وہ قارئین کرام سے مخفی نہیں ہو۔ مگر نظارہ کے کارکنوں نے ہمت مردانہ سے کام لیا اور دشواریوں کا مقابلہ ہنسی خوشی کر کے نظارہ کی زندگی باقی رکھی۔

نظارہ کا نقطہ نظر جتنا بلند تھا اتنا ہی ضروری بھی اُس نے چاہا تھا کہ وہ ادبات کی اس کی کوپرا کرے جو تصنیفات کی جھریوں سے کاٹ کاٹ کر علیحدہ کر آگیا ہو۔

ہندوستان کے ادبات میں شیطان ہندوستان کا جو درجہ امتیازی ہو وہ پس حجاب کھا گیا ہو۔ ہندوستان اور اردو زبان پر جو حقوق ادا نہ کر دیا جا رہا ہو انکے مذکرے اول تو لکھے ہی نہیں جاتے اور اگر لکھے جاتے ہیں تو حقوق بردار نہ کو فراموش کر کے چنانچہ خانان عادیہ سلاطین بہمنیہ قطبیہ عادیہ سلاطین اودھ و اظہان بنگالہ وغیرہ وغیرہ میں اکثر ہم سے تھے اور انکے فیصدی حالات انہیں دورِ حریت میں بقا آموز بھی ہیں مگر تو جب خود فراموشی کے مرض میں مبتلا ہو کر غم کیلں جگائیں۔

اس کی کوپرا کرنے کے لئے سب سے پہلے شاہنشاہ اودھ سے شروع کرنے کا قصد تھا اور ان مالی وقفوں کو دیکھتے ہوئے بھی جہاں عالم کو سلطانِ عالم و اجد علی شاہ مرحوم کے سچے حالات سے مخصوص کر دینا ارادہ ہو و اللہ الموفق و ہوا المعین

جس خیال کے پیش نظر لکھتے ہوئے ہمنے کلکتہ کے مصوبات سفر برداشت کئے وہ صرف و اجد علی شاہ نمبر کے لئے تھا ویر و حالات کی فراہمی کا خیال تھا۔ گذشتہ نمبر میں لکھا جا چکا ہو کہ حضرات شہرِ لکھنؤ کا کلکتہ نے نظارہ کا نہایت سرت سے استقبال کیا اور اس کے ساتھ امداد بھی فرمائی۔ امداد کے لئے جن جن حضرات نے وعدہ فرمایا تھا سب قریب قریب اپنے اپنے وعدہ وفا بھی کر دیے لیکن انصاف و میریت و تصویریں اور دو حالات موصول ہوئے۔ ہمارا خیال ہو کہ اس مخصوص نمبر کو جلد از جلد شائع کر دیں مگر انصاف و میریت اور حالات نہ ہو چکے ہمارے ہاتھ بندھ چکے ہیں جس طرح و شاہنشاہ لکھنؤ نے عزت بخشی اسی طرح اس کی بھی اُمید ہو کہ وہ جلد از جلد اپنے انصاف و میریت و حالات روانہ فرمائیں گے ہمیں اسکا بھی سخت افسوس ہو کہ ہم سب حضرات یکجہت میں حاضر ہوئے جن جن شاہزادگان یا کمرشادگان کے پاس ہم نہیں پہنچ سکا ان سے معافی چاہتے ہیں اور قصور یا و حالات کی خواہش کرتے ہیں لیکن اگر وہ اس طرح متوجہ نہ ہوں گے تو مجبوراً ہر کوئی کلکتہ حاضر ہونا پڑیگا۔

**نظارہ حیدرآباد میں**۔ نظارہ کی رسائی میں ہی روزانہ سنا ہے کہ سیکرٹری حیدرآباد ان نظارہ خوش ہوئے کہ نظارہ حیدرآباد کے بھی بڑے درباروں میں جا چوہنچا۔ اور سب سے اعلیٰ جناب ذاب میرزا محمد علی الدین حسین خان صاحب بہادر خلعت ذاب خانقاہ ان نظام آباد کے سابق

وزیر عسکر نظام دام اقبالہم اور عالی جناب ذاب حسام الدین شکرت جنگ بہادر دام اقبالہ نے ہماری عزت افزائی فرمائی اور نفلتارہ کی امداد کے لئے وعدہ فرمایا ہے۔

**میری شدید علالت** ۱۲ اکتوبر کو بڑا پورہ نظارہ کی توسیع اشاعت کے لئے گیا تھا مجھے کیا معلوم تھا کہ اسٹیشن پر قدم اتارتے ہی شدید بخار میں مبتلا ہو جاؤا پڑے گا۔ اہل بڑا پورہ خصوصاً مولوی عابد علی صاحب قبلہ پشینا نے جس طرح دن بھر میری تیمارداری کی۔ شاید اپنے مکان پر بھی مجھے اتنی آسائش مشکل سے پہنچ سکتی تھی۔ مرض لمحوں میں ترقی کر رہا تھا اور چند گھنٹے گزرنے کے بعد استفراغ کا سلسلہ شروع ہو گیا اور مجھے چھوڑا شام کی گاڑی سے لکھنؤ واپس ہوا بڑا صبح ایچے لکھنؤ پہنچا۔ یہاں پہنچا مرض نے اور ترقی کی اور ۱۴ اکتوبر کی رات جیلے جھپکرن دی جو شاید عمر بھر میں اس رات کی تکلیف کو فراموش نہیں کر سکتا۔ میرے ہوش و حواس ختم ہو چکے تھے۔ ہیوشی کا عالم تھا۔ میں کسی اپنے دوست یا عزیز کو پہچاننے سے مجبور تھا۔ بخار ایک سو سات ڈگری تک بھڑک گیا تھا۔ دن بچے شب سے تین بچے شب تک اٹھارہ سو پینچ سو سو رکتی گئی۔ استفراغ کا سلسلہ چار روز تک سیکڑوں کھاندا میں بڑھتا رہا جبکہ نتیجہ یہ ہوا کہ اندکی لمبی میں تین زخم پڑ گئے جس سے روزانہ خون آتا تھا اور بخار کے جانے کے بعد سترہ روز تک کسی قسم کی غذا نہ ہو سکی۔ اگرچہ دودھ یا پانی کا بھی ایک گھونٹ پی لیتا تھا تو گھنٹوں زخموں کی اذیت سے کروٹیں بدلنا پڑتی تھیں۔ الحمد للہ بعد ازاں لاکھ لاکھ شکر ہو کہ ذاب بخار موجود ہو اور نہ سلی کی شکایت ہے۔ لیکن تین زخموں میں سے دو مندل ہو چکے ہیں صرف ایک زخم ابھی باقی ہے۔ خدا جانے کہ وہ زخم بھی کب تک باقی رہے۔ میں سب سے پہلے ناظرین نظارہ سے پرچہ کی تاخیر کی معافی چاہتا ہوں۔ اسکے بعد اسکا افسوس کرتا ہوں کہ اس پرچہ میں نہ درترب مصامیں صحیح ہے نہ سہا کا پیوں کی صحت کر سکا نہ مضامین پر نظر ڈال سکا نہ بہرہ دہانہ کچھ سکا غرض میں صبح بھی ہو سکا یہ رسالہ پیش کش ناظرین اور

میں ان سب حضرات کا شکر گزار ہوں۔ جیسوں نے میری عیادت کی غرض سے زحمت تشریف آوری گوارا کی اس میں خصوصیت سے قبلہ و کعبہ مولانا سید سبط حسین صاحب مجتہد، نواب مولوی السید افسر حسین صاحب بی اے (سرپرست نظارہ) مفتی پیارے لال صاحب صولت، مرزا محمد حسین صاحب، تابش صاحب، ہوش صاحب، ازیش صاحب، میکش صاحب، بہراد صاحب، منظر صاحب، اختر صاحب، معجز صاحب، بشاش صاحب کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

آخر میں اپنے محترم دوست اور شہر کے ہر دلنیز ڈاکٹر مسٹر بیجا تھ صاحب در. ایم. بی. بی. ایس کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بغیر کسی مواخذہ کے میرا علاج کیا اور اس طرح کون میں اکثر ایسا ہوا کہ دو دو مرتبہ تشریف لائے، ورنہ ایک مرتبہ تو حضور آتے تھے اور پھر اپنے ضروری کام کو نظر انداز کر کے میرا پاس گھنٹہ گھنٹہ بھر بیٹھا وہ اوغیر اپنے ہاتھ سے پلاٹا۔ یہ سب ایسی چیزیں تھیں جس کے بعد میں نے بھی اپنے اعزہ سے کہہ دیا تھا کہ موت اور زندگی دست قدرت میں ہے۔ لیکن اگر میں بدحواس ہو جاؤں تو میرا علاج نہ بدلا جائے۔ بہر حال اب صرف نصف اور تھوڑا سا مرض باقی ہے۔



# راپور کی ترقیت

(ایک آٹن کا کے تلم سے)

—————

بعدِ معدلت ہمد حضور پر نور - فرزندِ دلپذیر و دولت انگلشیہ امیر الامر مخلص اللہ  
لفضت و ہرمن علی بن ابی طالب السید رضا علی خان صاحبِ دستِ مستعد جنگ  
فرمانروائے دارالسرورہ امپروڈام اقبالہم و ملکہم

راپور کے مصطفیٰ آباد کے دارالسرورہ تیرے فیض میں اسلام کا پنہاں ہو نور  
بتجہ میں ہو جاہِ علی شانِ محمد کا ظہور تو ہونی تال کے دامن میں جیسے شمع طور  
مسلم آبادی تیری بنے کو آئی دور سے  
سلسلہ محقق ہمالہ کا ہے کوہ طور سے

تیری عزت تیغِ حق ہی ہمتِ حق تیرا افتخار جو سرمردانگی بازو سے تیرے آفتکار  
اتنا تیری تیغ کا پانی بڑھا سیلابِ دار ایک حدِ محقق سنگ گنگل ک حدِ کھار و ہر دوار  
جوشِ ہمت تیرا دیرہ دون سے کب ورتھا  
شاہِ علی ہو منصوری کہ تو منصور تھا

سید و افغان و شیخ آباد تھے تجھ میں بہم الغرض جو تھا جو امر و پسا ہی ذی حشم  
اپنے نوابوں کا تو سینہ سپر ثابت قدم کیونکہ الکت و فایہ ہو سپاہی کا دھرم

مثیل رحمتِ خاں نہ پھیرا منہ کبھی تلوار سے  
بارہ کو تلوار کے کاٹا ہو کے دھار سے

راہو سارے جہہ دوش نہیں فیضِ سدا تھاں      تھا سعیدی حمد تیرا سداوت نشان  
 تھی شہنشاہِ جہاں غلامی محراب کھاناں      تغزیہ دار حسین احمد علی خاں حکمراں  
 جہت تھے کفایاں میں بسف حاکم و مختار تھا  
 شہر کا ایک ایک کوچہ مصر کا بادار تھا  
 غدر میں طرزِ عمل تیرا حکمانہ رہا      اُن وہ آندھی شہر چکے بعد ویرانہ رہا  
 شمعِ دہلی گل ہوئی ساقی نہ پیمانہ رہا      میکشان لکھنؤ باقی نہ میمانہ رہا  
 تھے وہ غافل جویہ سمجھے غریبے شیشے لڑکے  
 بال لیکن ہوشیاروں کے دلوں میں پڑ گئے  
 غدر میں انگریز تھے درحالتِ امید و بیم      اگرہ کا ناگنہ ٹھہرت حالِ دہلی کا سقیم  
 کی مدد برٹش کی تھی وہ وہاں تو کیم      عرقِ کوشی میں ہوا جتنا کاسیلا بے عظیم  
 نچھڑے سرسبز امید تیرا کھل گیا  
 اس صلے میں بیش قیمت اک علاقہ مل گیا  
 یاد ہو وہ عہد جب کلبِ علی خاں تھے امیر      لکھنؤ کا خاتمہ دہلی کی تھیں سانسیں اخیر  
 حضرت تھے صاحبِ جان فن نہ تھا جنکا نظیر      راہپور اس وقت ان سب کا تو ہی تھا وکیل  
 لائے تواب قیمتِ جبر لگئی بھوئی ہوئی  
 جو ہرنے سچ لی پھر ساگر ٹوٹی ہوئی  
 وہ وہ مجلس کہ جہاں صدر ہو غور و فکر داں      زیب مجلس غالب آزاد گو مشہور ہیاں  
 دلغی کی شہتِ زباں اور اپنی مٹی و استاں      ناسخِ شریعہ ادبِ بزمِ سخن کا ہسلواں  
 مالکِ ملک معانیِ طلوی معقول امیر  
 میرِ فطی اور وہ آستادِ کل۔ پیرِ گو اسیر

واقعہ رمز زباں نقاد ہے شبہ و مثال      سحر و تسلیم و خلیل و صغور و رشاک و جلال  
جان و نگین و حیا و شاداں غنی سایا کمال      بلبل نمہ سرا یعنی منیر غوش معال  
گرد اہل علم و فن تھے صدر مجلس شاہ تھا

بلبلوں میں پھول بزم اختر میں ماہ نقا  
عہد شتاق علی خاں تھا اگرچہ مختصر  
عہد شاہ جم چشم حامد علی خاں نامور      تیرے چپے چپے پر جبکا نایاں ہے اثر

مقصد تدبیر منزل صحت افکار دیکھ  
قلعہ نو دیکھ بچہ شہر کے بازار دیکھ

یہ مصفا شاہراہیں اور یہ برقی روشنی      ہاں کہیں اہل بصارت ہی یہ کی روشنی  
سر میں تنویر عدالت دل میں دینی روشنی      گھر سے لیکر قبر تک یہ روشنی ہی روشنی  
یشرف پایا علی کے پاس تربت بنگلی

عاقبت درخشاں چشم بصیرت بنگلی

شکر ہو آغاز عہد نو کا شاہ نہ ہوا      آگیا عہد الرضا جشن ملوکانہ ہوا  
عہد بیداری میں ذکر خواب فسانہ ہوا      دست ساقی پر نیا برس نہ پیمانہ ہوا

عہد عہد ارتقا ہو بن بھی رعنائی کا ہے

تورے تارے فلک کے قصد انگریزی کا ہے

اے چمن والو نسیم غیر آگین پھر چلی      ہو مبارک شجرہ شاہی کی یہ کھلتی کلی  
نام ہی ہے شان شاہی و ترقی ہے جلی      ہیں حکومت میں رضا اور الوہیت میں علی

آج کل ہو جد و کد نام رضا کی شان میں

مصطفیٰ آباد کی حد میں ہو یا ایران میں

جس طرح ہو کج حسن انتظام ایسا نہ تھا      کوچہ کوچوں صفائی ہو کبھی دیکھا نہ تھا  
چوکیداری راکو اور دن کو یوں پہرہ نہ تھا      گاتوں گاتوں اس طرح تعلیم کا پرچا نہ تھا  
بہر معنی مستندیوں چارہ گر کس روز تھے  
ہاں شفا خانوں میں اتنے ڈاکٹر کس در تھے  
بارہ لاکھ کروڑ میں سخنے سخاوت دیکھئے      آٹھ گھنٹے کام خود کرتے ہیں بہت دیکھئے  
سال بھر کے فیصلے گئے عدالت دیکھئے      پیلی پر لگئے خود فوج جبرأت دیکھئے  
آپ تقریریں کہیں سرورار دیکو جب کیا کیا  
خود بنایا نقشہ جنگ اور خود دھاوا کیا  
دیکھ تو لے راہپور انکی طرف اپنی طرف      فیض سے انکے یگنے بنگے تیرم خد  
ہاں وفاداری دکھا اور یاد کر طرز سلف      چاند تھے اسلاف تیرے نو ذہن جاہل سلف  
ہاں تعاون کر تو دونا دور ہو بازار میں  
شرط ملجانا ہو برقی روشنی کے تار میں  
ہو گئی فوجی ترقی انکی جب مشہور عام      قیصر ہندوستان نے سکے حسن انتظام  
حد شاہی تھی جو منصوری وہیں بھیجا بچاؤ      عہدہ فوجی دیا انکو باعز از مقام  
مصرعہ تاریخ نکلا یہ سیحی سال سے  
پایا اکیلے خطاب لفتنٹ قبل سے  
۱۹۳۱ء

ہندی جذبات کے عزائم سے مولانا بہت اجتہادی کی نظم جولائی، اگست کے نظارہ میں شائع ہوئی ہو اُس کے پانچویں شعر میں  
کاتب نے غلطی سے "اک" لکھا ہے "ایک" ہونا چاہئے۔ اور آٹھویں شعر کے پہلے مصرع میں "دن کے بعد" رات" لکھنے سے رہ گئی ہے  
"دن رات" ہونا چاہئے۔ ناظرین تصحیح کر لیں۔

# نشر

نہ نیا ز اگر چہ نگاہ غلط انداز سے بھی نہ نیا نہی۔ مگر جب مخالفت کا ہجوم ہوتا ہے اور وقت سرکاری انداز سے ایک دشمن کی نمائی ہو اور اس..... نیا ز صاحب کی مخالفت کچھ مسلمانوں میں اب عام ہو گئی ہے۔ چنانچہ مدوۃ العلماء کے نیم پختہ علماء طلباء میں آپ کے سہمہ ذکر و بحث بھی کچھ بڑا سمجھا گیا اور عام مٹاؤں کو مشورہ دیا گیا کہ وہ مٹاؤں کی لفظی رنگینوں سے فریب نظر میں مبتلا ہوں۔ مٹاؤں کی مخالفت میں نظائرہ تو بدنام ہی تھا مگر اب بہت ہیچ زمیندار۔ وغیرہ بھی زور لگا رہے ہیں۔ محارف "ادبی دنیا" سے تو بڑی دشمنی ہے۔ لیکن نیا ز باری بھی مخالفین کی کثرت کا واقف نہیں ہے۔ اسی بناء پر چند نازہ مدوکاروں نے عدم کے رشتوں سے بڑی طرف جھانک کر دیا ہے۔ میر کاٹی کے خالق مرزا ہنسواؤ کے لباس میں تانیمکہ بیٹے۔ نیا ز صاحب نے سرکاری طور سے شائع کر دیا ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور اپنی ذات کے سوا ایسی کچھ چیز کا دشمن و تلاش پر بھی کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ تبلیغ کی دائری کی اشاعت کے بعد بھی ایک سیاہی اعلان ہوا تھا کہ میں مصنف نہیں ہوں۔ بلکہ گویا ان کلمہ کے جواب میں بھی سیاہی کھڑکھا گیا تھا کہ داتا گستاخی طلب نہیں ہے۔ لہذا تصور و محبوب فن ہر ہمیں شک نہیں کہ بعض انسان بہت ہستے ہیں اور ان پہلا لازم نگاہ میں دیا کو خواہ مخواہ لطف آتا ہے۔

ایک شریف آدمی کے یہاں ایک قیمت ذکر آگیا تھا۔ یہ ذکر نازہ بخوان تھا۔ اسکی صورت پر غریبی بہت تھی۔ داتا دہر کے ہر سبک پر مشتمل تھا۔ البتہ ساتے میں کبھی کبھی توت بہت زبان کی آواز نش ضرور کرتا تھا اور فرصت وقت اسکو تفریح کی سوجھتی تھی۔

مثلاً ایک در اسکے سامنے سے ایک حلوائی خواجہ میں مٹھائی لگاے خستہ سالہ کراری پٹی کی آواز دیتا تھا اس نوجوان ملازم نے کچھ بھی شرارت نہ کی البتہ خواجہ والے کی بہت کی طرف سے دلاسا سہارا دیا۔ یہ نایہ تنبیہا ہو کر خواجہ کو ایک اٹھستہ تھامے رہنا چاہئے۔ اب خواجہ اگر سے کر پڑا اور مٹھائی زمین پر پھیل گئی تو اسکا کیا گناہ مگر تلخ فہم شیرینی فروش نے میانجی سے اگر شکایت کر دی جو ر (محذور) آپکا ذکر بڑا شر ہے سب مٹھائی گرا دی۔ میانجی نے ہلا کر پوچھا تو ملازم صاحب نے آنکھیں نیچی کے بغیر فرما دیا کہ میاں یہ چھوٹا ہے۔ میں اسی وقت میں نماز جمعہ پڑھنے گیا تھا..... کون کتنا کہ یہ واقعہ منگل کا تھا۔ لیکن اگر کوئی کہتا تو شاید ملازم جواب دیدیتا کہ حضرت اہر سے ہوئی آئی تو منگل کے دن نماز جمعہ میں نے توصیف پڑھی ہو اور بعضوں نے تو پڑھائی بھی ہو

دوسرے روز میاں جی کا بڑی بنیا ر تھا جلا آتا ہے میاں جی نے پوچھا آخر کیا ماجرا ہے اس نے کہا آپ کے ذکر نے اس میں دم کر دیا ہے اہل تو گھر کی ڈیوڑھی پر بے کراہت قبضہ کر رہا ہے۔ دوسرے وہیں کھانا بھی کھاتے ہیں اور بچا ہوا دال سالن بھی پھینک دیتے ہیں۔ ہم ہندو دھرم ہیں۔ ان سب پر طرہ کہ بیٹھے بیٹھے دیوار کی استرکاری اور ٹری۔ چنانچہ غائب ہو گیا۔ ان میں نکل آئیں میاں جی نے ذکر کو ہلا کر پوچھا۔ اسنے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا جھوٹا بالکل غلط میں اپنے سروانے سے باہر نکلتا ہوں۔ بچہ کچل اہ دھن ان ہو۔ دن بھر روزہ رکھتا ہوں

رات کو سچیں روزہ کھوتے ہوں۔ آپ کے پاس سالن مزدیگتا ہو مگر رات کو جو کھا کر بچتا ہوں وہ صبح تک بلیاں بجاتی ہوں گی۔ مگر مجھے تو صحت والی تھی، وہ بھلا ہڈیاں میرے پاس کہاں سے آئیں۔

تیس روز بیاں جی کا دعویٰ رہتا ہوا آجائے لڑنے لڑنے آنا دھڑا کہ پیٹ میں سانس نہیں آتا۔ آخر کیا ہوا۔ میاں نے پوچھا اوس نے کہا غریب کا گدھا ٹیلے پر چبک اٹھا۔ جوڑے لڑنے لڑنے اسکی دم میں مٹی کے ٹیلے کا پیلا اندھکڑی سے عیاں آتا ہے۔ پوچھیں کہ گدھا لڑکھا وہ سمجھا کہ جی کی فحشیں آگئیں۔ اب جو بھلا کتا ہو تو جو تین میل بھاگتا چلا گیا۔ ابھی بیکر لڑا یہوں میاں جی نے لڑے سے پوچھا اُس نے آنکھیں لڑا کہ کما ستر پا بھوٹ۔ آپ ہی فرمائیے جو قوت کا یہ قصہ بیان کرتا ہوں اُس وقت آپ ہی نے مٹی کے ٹیلے کا پیلا دیکر کہا تھا کہ چار تو بلیں تیل کی لے آؤ۔ میں بھلا یہاں کہاں تھا۔

جوتھے روز گلی میں ناظم تھا۔ سارا محلہ جمع تھا۔ دہائی ہو میاں جی کی۔ میاں جی گھبرا کر باہر لڑے دیکھا سارا محلہ جمع ہو پوچھا آخر کیا ہوا۔ ایک بولا۔ جانا بیکے لڑنے میرے کتے کی دم اور پاؤں اور گلے میں پٹاخے کی لڈیاں اندھکڑی لگا دی میرا کتا جل گیا۔ دوسرا بولا دنگر والا، میاں جی صبح میں آگے جوت کرچا رہا تھا۔ ابھی کچھ کما دھا یا بھی نہیں تھا میں وہ دھلے کی دوکان پر چلم پی رہا تھا کہ گلی میں سے کتا بھاگتا ہوا آگھوٹے کی ٹانگوں میں گھس گیا گھوڑا پٹاخوں کی آواز سے گھبرا کر لڑنے لگے تو بیکر بھاگا۔ ایک لڑکے کو چوٹ آئی۔ ایک بڑھیا کچل کر جاں بحق ہوئی اور خود گھوڑا لڑنے لگا۔ الی یومنا ہذا غائب ہو۔ تیسرے نے کہا (دودھ والا) میاں جی میری تو دوکان تمام ہو گئی کتا گھبرا کر میری دوکان میں گھس رہا تھا۔ مگر خیر دوکان کے اندر تو نہ پہنچ سکا البتہ دوکان کے کتے جو سودا لگا ہوا تھا بالائی کے تھاں۔ وہی کا کتا دودھ کا گھڑا وہ سب مہری کی نذر ہوا چوتھا بڑھیا رنے لگا۔ یہ درزی تھا۔ اس نے کہا میاں جی میں تو لڑ گیا میرا بڑا پا دیکھئے اور کاک کے جوتوں کا خون دیکھئے میں تو آنکھیں کھینچ کر رہا تھا کہ آگے کتا ستر شین کے نیچے سے ہوتا ہوا دوکان میں گھس گیا۔ دوکان میں آگ لگ گئی۔ لیکن خیر والی عرض آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جوتھ اجل گیا

میاں جی نے ملازم کو بٹا کر پوچھا اس نے بے جھجک جواب دیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں کتے سے کتنے روزتا ہوں رات کو کتے پڑتے ہیں۔ تو میں نہیں پرلیٹ کر پلٹ کر ادھر سے اڑ رہا ہوں پھر بھلا میں کتے کو کیوں کر پرلیٹا تھا۔ اور پٹاخے کیوں کر باندھ سکتا تھا۔ دوسرے کتا گھس ہوا اور میں سلطان تیسرے میرے پاس پٹاخے خریدنے کے لیے گئے تھے کتا اس سے آئی۔ آپ نے صبح کو گھسی لائے کہ جو روپیہ دیا تھا وہ گر گیا تھا۔ بھلا میں اسکو ٹھونڈتا یا کتے کے پٹاخے باندھتا۔ لہذا بالکل جھوٹ۔ (۲۲) لڑنے والے کا الزام بھی فضول ہے۔ گھوٹے کا کام دھڑا ہوا۔ مذرا پوچھ لیجئے کہ آج ہی گھوڑا دھڑا یا کتل بھی دھڑا تھا۔ لہذا الزام غلط جوت موت زندگی پر کسی کا کیا اجاتا۔ بڑھیا کی بیٹی لکھی تھی۔ سچ کہا ہے جو بھا ہوا دھوگا۔ (۳) دودھ والا سچا ہے، مگر اس میں میرا کیا قصور ہے جب میں مہری میں روپیہ ٹھونڈ رہا تھا۔ اسوقت میں نے بھی دیکھا تھا کہ پانی کی جگہ دودھ بہ رہا ہو۔ بلکہ میں خیر پوچھنے بھی گیا۔ (۴) درزی کی کمزوری سے کتے نے فائدہ اٹھایا۔ دودھ دودھ والے کی طرح یہ بھی باہر ہی باہر روک سکتا تھا۔ اصل میں بد قسمت

ہوں لوگوں کو مجھ غریب پر الزام لگاتے ہوئے مڑاتا ہے۔

میاں جی نے آخر بتیہ تنخواہ حوالے کی اور کہا کہ شہر بھر بھڑانا ہوا تو تم اکیلے پیچے ہو، لہذا سچوں میں جا بسو۔  
نیا ز صاحب بھی کچھ ایسے ہی قیمت ہیں۔ لوگ زبردستی الزام لگاتے ہیں۔ انکو بھی سچوں کی تلاش کرنا چاہیے اور الفت نہ ماشد  
میں القتل پر نگاہ رکھنا چاہئے اسلئے کہ آپکو دعویٰ ہو کہ آپ مولوں سے اخلاق میں خیر ہیں۔

(۲۲)

مغربی لچکدار روش نہیں۔ اب آزادی کے سراج الکمال ہر جا پہنچی ہیں۔ نکلنے کے اخبار ایڈوانس میں، ایک طویل مضمون اس عنوان  
پر شائع ہوا ہے۔ جسکا خلاصہ ہم قارئین کرام کے ملاحظہ کیلئے پیش کرنا اپنا فریضہ جانتے ہیں۔ اسلئے کہ ہندوستان میں ایسے مانع بھی ہیں جو عرب کی  
تقلید پامان لا چکے ہیں۔ جو آزادی پسوان کما س حد تک قائل ہیں کہ پردہ کا پردہ بھی باقی رکھنا پسند نہیں کرتے۔ عرب میں انقلاب ٹھکانے سے کسی  
آزادی حاصل ہو وہ اخبار ایڈوانس کی زبان سے سنئے اور بخوار لگائیے۔

دو شہرگان لندن نے نکاح متعہ تو باللسطابق کر لیا ہے۔ اور اب صرف وفات ہو کہ ہم چل رہا ہو۔ ایک دفعہ ہفتہ سال ڈاکٹر سے دریافت  
کرتی تھو اور جب ڈاکٹر شادی کا ذکر چھیڑتا تو زانیہ بی گلابو، بے چھوک فرماتی ہیں کہ یہ لڑکا ان بچھڑوں سے آزادی۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ لڑکے  
کی پرورش میں نکتہ تہا تکلیف ہوگی تو دو دفعہ کی والدہ اپنے خدمات بخوشی پیش کرتی ہیں۔ دوسری لڑکی سے جب سکے بچے اور شادی کا سوال ہوتا تو وہ  
جسکر کہتی ہو کہ میں نے نہایت خوبصورت اور پیارا بچا بنا دیا ہے، مضمون نگار اسے چکر لکھتا ہے کہ مشرقی لندن کی ٹولیکوں کا لفظ خیال بدل گیا ہے وہ ابن  
تمام سائل پر جواب کی ذائقہ والے جواب سے کھلم کھلا گفتگو کرتی ہیں اس بارہ میں تقدس و پاکیزگی پروردہ داری کی پروا نہیں کرتیں۔ نہ وہ اپنے جسم کو خوب  
شرم مٹھاتی ہیں۔ نہ اس کے قدرتی استعمال کو فیہ واجب گناہ خیال کرتی ہیں۔ یہ ہمیں ایک پختہ پہلے کی عورتوں کے لئے حیرتناک ہیں ہم نہیں جانتے  
کہ میں اہل تہذیب و کمال آزادی کا جیسے ملک (ہندوستان) میں کتنا بے وقار ہو گا اسلئے کہ اخبار و رسائل جو ملک کی زبان بھلا لکھنا نہیں لے انہ انہ  
تقلید کی نشان لی ہو۔ بعض زمانہ رسائل میں دلائلی معلومات کا ایک مخصوص باب بھی ہے۔ ہوا اور تمام رسائل پر یہ بین خیالات کو پھیلاتے ہیں۔

دراسخا لیکر انہ یورپ بھی ان آزادی کی رنگین تصویروں کی ہر باتوں سے عاجز ہو۔ اور اگر اسکے میں میں ہوتا تو وہ ان سب کو کسی کافی ہیں  
میں بھی جیتا۔ مگر اسکو پتہ نہیں ہو کہ ان محرومان شباب "حسن فروش نازنیوں کے لئے کوئی آسائش کی جگہ موجود ہو۔ شاید موجودہ آزادی کے ساتھ کوئی ملک  
میں ان مفید باتوں کیلئے جگہ نہیں لیتا۔ مگر ہم سے پوچھا جائے تو ہم ایسی جگہ بنا سکتے ہیں۔ جہاں پلٹا پلٹا آزادی آرام سے رہ سکتی ہیں اور باران غلبہ  
کے ساتھ حسن فروش بھی کر سکتی ہیں اور یہ جگہ نیا نماعب کی مخلوق جنت ہو۔

دنیا کے نزدیک حسن فروش جا چھنے کا عظیم ہو۔ مگر صرف نیا نماعب کی مخلوق جہاں آزادی اسکو ثواب کا بھائی لگا۔ اسلئے کہ جناب مصوف  
آزادی کے غیر شرط عامی ہیں اور سادات عامہ کے سب سے بڑے داعی۔ دلیل روشن ہو۔ یعنی ان روشیہ گان لندن کا جسم خدا کی ملکیت ہو۔ لہذا طریق

استعمال میں انہیں کا اعتقاد بھی صحیح ہو اپنی چیز کا ہر شخص محتار ہو جائے حفاظت سے رکھے جائے ۰۰۰ کے آگے ولادت ہے۔

ہاں ذرا مائل ہو وہ یہ کہ ہندو دھرم اور اسلام دونوں کے نزدیک بہت یہ بیعت حسنہ ہوگی یا نہیں تو ہمارا خیال ہے کہ آخر الذکر (اسلام) کی طرف مائل ہونا چاہئے اسلئے کہ نگار کے دفتر نے سائل یورپین اسلام کے مطابق کاٹھیکہ لے لیا ہے فوراً صورت جو از پیدا کر دی جائیگی۔

## مدتوں چمکا کیا سایہ درو دیوار کا

(از جناب ناظمہ کفریہ)

خوں ابل کر رک گیا رگے گت میں تلب ار کا  
خون کھا کر تم تو منہ دیکھا کئے تلو ار کا  
بوجھ کا نہ صون پر پڑا مگر نہ جسم دار کا  
تن بک ہوتا گیا ایسا ترے بیمار کا  
مجھے بولاجت نظر کی اُس نے سوئے ماہتاب  
اتنا اونچا ہے سفید اک پھول میرے بار کا  
اللہ اللہ عند لیب وج و رفعت کا و تار  
جس کو کہتے ہیں فلک ہ صحن ہے گلزار کا  
آپ نے بہر ہفت دست تاسف کیوں ملے  
رنگ ہندی کی طسج بدلا کیا سو قار کا  
جھٹ گیا زمان تو یوسف سے مگر اللہ سے حسن  
مدتوں چمکا کیا سایہ درو دیوار کا



## کچھ ہم کہیں کچھ وہ سمجھیں

اخلاق ایک ایسی چیز ہے جو انسانی خلقت اور اربعہ عناصر کا پانچواں جزو کہا جاسکتا ہو۔ اور یہی ایک تنہا چیز ایسی کسی طاقت سے ہے جو دشمن کے لغت کو بدل کر دوست کر دے۔ آج سے چند روز قبل جب دوران حال آپ حرارت کی گرما گرم کوٹھری میں بند تھے۔ تو ہم روز آپ کی عیادت کرتے تھے اور دن دن پھر آپ کے پاس بیٹھ کر تمارداری کے فرائض انجام دیتے تھے۔ آج جس وقت ہم پر بھی یہی بلا نازل ہوئی اور ہم صاحب فراش ہو گئے تو اپنے منہ پھیر کر صاحب سلامت سے بھی گریز کی لوگ کہتے ہیں۔ سلام خدا کا ہوا ہو۔ مگر آپ اس سے بھی بے نیاز نہیں شاید یہ آپ کو معلوم نہیں۔ اگر میں لکال موت کے پنجبین دب چکا تھا تو آپ کے بوجھ لینے سے اچھا نہیں ہو جاتا اور اگر میری موت نہیں تھی تو آپ کے نہ بوجھنے سے میں مرنے لگا۔ مگر شاید آپ اس مطلع کو قبول گئے۔

فلان کیا ہو جن کو عیش اُنکو غم بھی ہوتے ہیں

جہاں بچتے ہیں نقائے دیاں ماتم بھی ہوتے ہیں



آپ سے کس کیفیت نے کہا تھا کہ آپ بھی شاعری کے میدان میں طرے بھر لے۔ جبکہ آپ پہلا مصرعہ پہلے نظم کرتے ہوں اور دوسرا بعد کو۔ اور اگر کوئی حرف گر جاتا ہو تو آپ جھٹ سے فرماتے ہوں کہ جی کاغذ پر موجود ہو کہاں گرا۔ ہماری دعا ہے کہ ایسے شاعر جلد شاعری کی مصیبت سے نجات پا جائیں۔



بھلا ایک پونڈ کھن کی کیا قیمت ہو سکتی ہے اور وہ کس ڈائری میں مل سکتا ہے ہم نے تو خدا کر دہ آپ سے جھوٹوں بھی نہیں کہا تھا کہ اجمی حضرت آپ ہمارے لئے ایسی مصیبت کو ارا کیجئے آپ نے خود ہی فرمایا کہ میکھن جہاں آپ اتنی سخت علالت میں استعمال کر رہے ہیں۔ بہت خراب ہو میں اپنے گاؤں سے تازہ کھن لاؤنگا۔ اور اگر گاؤں پر کسی وجہ سے نہ بھی دستیاب ہو سکا تو میرے مکان کے سامنے کھن کی ڈائری ہو وہاں سے دوچار پانڈ حاضر خدمت کر دینگا۔ مجھ کو کھن بیاڑے اتنی خطا ضرور ہوئی کہ اس کھن کی لغت قیمت کیوں نہ حاضر کی لوگ ایک مثل کہتے ہیں۔ حکیم بھی گئے کھانسی بھی لگئی۔ بس اسدن سے آپ ایسا غائب ہوئے جیسے نگار کی چار دیواری سے اسلام جنا ب گزرا۔ کھن دستیاب نہ ہو سکا ہو تو خدا کا واسطہ اپنی کھدر پوش صورت دکھا دیجئے۔ کیا آپ ایسے ہی سچے وعدوں سے ہندوستانیوں کو آزاد کا منظر دکھا دیجئے گا۔؟

# جوش خطبہ

(لقابدار سرپوش کے قلم سے)

اے سراپا جوش اے ناواقف انجام کار      آستیں الٹو مگر پہلے ہو فوجوں کا شمار  
ہاتھ میں لائٹھی نہیں اور جوبوں پر پیکار      لاقتل الا علی لاسیف الا فی الذی والفقار

ہم کو چھوڑو ہمتو ہیں نا اہل لفاظ سلف

تم عمل والے ہو کیوں بڑے ہو لفاظ سلف

مردہ دل ہم کو غافل کہو بودا کہو      سننے کو تیار ہیں۔ ہاں ہاں کہو۔ اچھا کہو  
بات آپس کی جو کچھ جھگڑا نہیں آنا کہو      کوئی آمر سے۔ عمل کو گر کے تو کیا کہو

دست نازک کو بھٹائے تاب ہو کبے پٹ کی

جھاکے دیکھو تو خلع ہو آستین میں کوٹ کی

وزن سے اترا ہوا رنگیں بگینہ کچھ نہیں      رٹنے کو پیار دل جائے قرینہ کچھ نہیں

ہم خنڈ کرتے ہیں ضد سے کیسے کچھ نہیں      شیر دانی دھری ہو اندھے سینہ کچھ نہیں

کستی ہیں ابھری رگیں شجرت دورہ خون کا

رانیں ہیں ڈبلی بہت دھوکا ہو کٹ پتلون کا

اس میں کوئی شک نہیں اے ابصر شاہنشین      میں ہوں مجرم سزاؤں میں میرے ہر فرض عین

ہاں میں ہی ہوں راج غم باعث شو و شین      بائع حب علی و تاجر خون حسین

میں ہوں بلکہ کچھ اچھے بھی ہیں یہ تسلیم کر

اس خصوصی غمانہ جنگی میں نہ تو تقسیم کر

سیمچھ لے نص پر یہ قتل سے مستند اشد بد تو میں ہوں تو قیاسا غیر کو کہتا ہو بد  
 پھر ہو دھمبے کی حقیقت اعتقاد دی بے سند علم سے خالی ہو تو گمراہ کن ہو جد و کہ  
 علم مذہب لوی یا ماسٹر کا حق نہیں جو ہو خالی اسٹیڈی سے اس بشر کا حق نہیں

جس سے اواقف ہو کیوں اسجا پہ رکھتا ہو قدم تیرے ہمایوں نے میرا کی میں شہرت کی ہم  
 فوج بینبر تھے تیرے تو نہ پیرا ایک دم بحر مذہب کیا ہو گندی پٹیکے ساگر سے کم  
 دور ہٹکر بھر لے چلو اپنے پینے کے لئے راستہ ہو موج ہاں لیکن سیفنے کے لئے

ہاں منادی کرو دمعطی آج سے تو بکرے کوئی ذاکرا بٹ سونے کے ورق پیدا کرے  
 قیمتا جنت ملے چپکے سے تو سودا کرے خون ہی کبریت احمد ہو تو کوئی کیا کرے  
 آپکی کیا لائے ہو خانہ بدوشی سیکھ لیں ہم تجارت چھوڑیں خفیہ دوشی سیکھ لیں

لوگ سنا یہ میٹیں حق کی دولت بچ کر خون چوسیں ڈاکٹر اپنی طبابت بچ کر  
 شاعری حکمت ہے آپس جوش حکمت بچ کر شاہی سطر ہیں نام عدالت بچ کر  
 فیس کیسی یاں تو صدقہ ہو علی کے نام کا آپ مجرم ہیں کہ میں مجرم حقوق غام کا

اس گنہ پر صرف لعنت ہو کہ ہم ہیں مولوی آؤ ممبر پراگت سرے کے ہو مدعی  
 ہم بھی تو دیکھیں کہ تم میں سے نکلتا ہو کوئی تم تو لفظی مست ہو کا ذہن پہ وہ منفری  
 مشرقی گرے نہیں مغرب ہی کا بالہ سی گرسہ تالنج نہیں سکتا ہو اکتالہ سی

بے گڑے ہو دیکھو دوسری کوئی سرگم میں ہو      علم تو بیچم میں ہو لیکن حل مذہم میں ہو  
مبتدی ہو جو توجہ دوزیر دہم میں ہے      ہم نہ لے توڑینگے جتنا کم ہمارے دم میں ہو  
عبداللہ نامی سے یاں گونجی ہوئی آواز ہو  
جنیش بال ملک ہو یا نولے ساز ہو

غم نہیں ہم کو تہمت تو باری ہو مجاز      خون اور تھریہ میں کس دن ہوا ہو ساز و باز  
کھو کر دیکھو اگر گھر میں کہیں ہو جانساز      سجدہ گہ کی خاک میں ہو خون سردا بر حجاز  
سجدہ گہ بکتی ہو یہ خود شاہ کے دبار میں  
میسے مفتی ہو کوئی فتویٰ تری سرکار میں

جوش محبوب اجائے ترا حسین کلام      تیرے مجموعے میں بچھتے ہیں باغی اور سلام  
اہل ایمان لیتے ہیں اسکو ادا کرتے ہیں دام      جوش کیا ہم بھی کہیں یہ نہفت بھی ہو حرام  
مانتا ہوں میرا تیرا قابل تقدیر ہے  
اسکو بھی دیکھا کیس کی آنکھ کا شتیر ہے

جوش جن لفظ نہیں کرتے ہو تاروف ہو یہ غار      اُن میں تھی ایہ بیہوشی یہ غفلت ہو شیار  
نہیں صدق و صفا جرم خودیہ اشتہار      ہم سمجھتے ہیں ولی تو بہ کو کر اپنا شعار  
دوسروں کی ہمتیں بڑھائیں گی اعلان سے  
پاک کر کے اس لب کو چھپا قرآن سے

شکست لگا ہو عبت ذکر بھی ہوتا ہو بشر      صاحب اہل و عیال ہو بتائے خیر و شر  
ہیٹ بھی ہو اگر حقیقت گوند ہو کم کو خیر      ہیٹ کا لازم ہو روئی روئی کو لازم ہو زر  
ہم ذلیل و خوار پیشہ کے بھی غلہ خوار ہیں  
آپ کو گندم تو ہم کو بھی چنے درکار ہیں

کہنے بازار میں کھلی ہیں جاؤ فردوری کرو مجلسین تبلیغ میں افتاء سے ملن کا نام رو  
 سچ ہو لیکن کہ نظر تفسیر اور قرآن پہ جو دیکھیں کہ ہفتہ اصول حرکت و تہجد کو  
 اتنا شہر پہ نہ ہوا کہ روز کار شہر کی

آپے کیا درستم ہو نہکتہ میں غیب کی  
 مہربان کوئی مشن قائم کیا ہو تو بتاؤ نام پر تبلیغ کے اپنی کمائی سے دلاؤ  
 رات دن خدمت کریں ہم اے چہرے کے تم لگاؤ ناز ہوا اس پر کیلے کھلے ہو دین ہم یہ کاؤ  
 چپ ہو یا کچھ مدد ہم کو پئے افلاح دو  
 ہم کریں تعمیر تم بیٹھے ہو اصلاح دو

مستحق کشتہ تبلیغ میں بس مولوی .... ہم ہمیں اگر کچھ تو صاحب گردن ہیں ہو کھیلجی  
 غل ہو یہ اندھیر ہر روشن رون پر چوٹ کی چاہتے تھے کہہ گئے تو سب سے بھی آدمی  
 ہم نے تو اس وقت تک جو کچھ کیا حبس کیا  
 صبح شفق بتاؤ تم کہ تم نے کیا کیا

ہم بھی خوش ہیں آج جی بھرے ہوں باتن کا کی باتیں ہم اپنے کیا خد مت اسلام کی  
 چھوڑ کر کالج یہ دیکھیں تھیں صبح و شام کی حسین یا نوکری کی آرزو یا نام کی  
 ایک لکچر دیا اندھوں کے بند رہو گئے  
 گرہنت اٹھنے گئے ڈہنی کلکٹ ہو گئے

شرح تفسیرات تو لائے نہیں ہیں جبریل رونہ کر قرآن بنے تم فوجداری میں وکیل  
 ڈاکٹر صاحب نے ہماری کردی دسکی کی سبیل منہ تو دیکھو آئینے میں ہم کو کرتے ہو نیلیں

خدمت دینی کو پوچھو تو وہ کو سون دور ہیں  
 اسٹریٹس فنانہ لکھنے میں مشہور ہیں

ماطیہ صاحب ہٹے دیوش۔ بی۔ لے۔ نیکنام  
ارض مشرق پہ بچھائے پھرتی ہیں خرچ کا دام  
ایسا امن سنگ دیو رہ۔ ایکٹ سازی کا کام  
انکا کٹھا ہا فرض یہ عاکی روٹی ہے حرام

دو مٹا میں نیک نام کیلن دونوں کا کمال ہے

اس کے احمدیہ لک ہو تاک میں۔ لے۔ بی ٹیکٹ ہو

اس حالت کی گھیریں ہم نے کتابین بار بار  
ہوں وہ ابھی بارہی لیکن تخیل دین کا تھا  
آپ کے حضور نگل دو اور وہ بھی مرجھا  
ادہ اغیار کا طرز اور اس سرکار کا

وقت ضائع آپ نے جس میں کیا درجات کا

وہ فن تصنیف فہرست ہے جالیات کا

اہل لے تم میں ہو دو جہاد۔ بان اک شے بنے  
کچھ کلب کی بوتلوں میں چھپے مچے بنے  
کچھ خلافت کے بھکاری کچھ نکات کی جے بنے  
یہاں سب سے بہتر ہیں تم میں ذکر کے بنے  
دو متون میں مال ہو اور دشمنوں میں زلف

بان اٹھا لو میری شیریں ان گر مرد ہو

آپ نے کیا کی عرق ریزی رزاحت کے لئے  
رہ گیا تقدیر کا سودا تجارت کے لئے  
ہم کو فحاشی تو فرمائی شجاعت کیلئے  
ہو اکھاڑہ بھی کوئی اظہار طاقت کے لئے

سست کا بل بے عمل دونوں میں یہ ہنگام کار

جوش جھین لافتی شوکت پکار میں دہم مار

ہم سے چھو کر باطن عام بازاروں میں ہیں  
آپ میں آئینہ دل پر نصب یاروں میں ہیں  
ہم کئے شیخہ میں گھر میں کوہ باروں میں ہیں  
آپ کے عہد کی فکر میں عین رواداروں میں ہیں

ہیں تو حق کو کسائے ہیں مگر اظہار میں

دفتروں میں خاص مسلم شیعہ ہیں اجملہ میں

دولتون پر جوہن فائز کیا وہ دیکھیں امرحق      عکس نے سے آنکھ کے پئے میں سٹو کا ورق  
نگ عینک کا ہو دھوکا ابر کو سمجھے شفق      غرق خون بیگنہ کس دن مٹھے چودہ طبق

مثلِ ذاکر اہل مجلس بھی ہیں ممنون حسین  
جس نے دعوت دی اسی کے گھر میں تھا خون حسین

مجلسوں کے دعوتی قوت کیون محض حسین      پاؤں چہرہ میں یہ سحر خون کی چادر نہیں  
تختِ قبر حسین اہی عالمِ ممبئی      کیا یہ جیسے جھٹکے میت سرور نہیں  
قوم شیعہ کے نزدیک خون میں غرق ہے

گوشت خوار دن اور غور خوار دن میں کوئی فرق ہے

ہم ہیں اٹنی جو اگر اخلاص ہی مقصود عام      مر گئے بشیرِ پیاسے کیون پویش برکے خام  
مجلسوں میں کیوں اڑتے تھے محلے میں خبیثام      ہو گوری میں نمایاں سرخیِ خونِ اناام  
طیش میں اپنی خبر تجھ کو ستم پرور نہیں  
باتھ ہو۔ ذاکر کی گردن ہو۔ مگر خنجر نہیں

جو بٹے ہیں ہزار ہوں انہی جبرأت کا یہ حال      دڑتے ہو گھوڑ دوڑ تک مجلس میں تھمتا ہو حال  
نام کو نہ ہے غیور میں ہر لڑاں بال بال      چارلی چلپن ہی باہر گھر میں سلمان و طال  
اس طرف مجلس اور دھڑی پار ملی کلزار میں

دگنی آواز ماتم شیشہ کی جھنکار میں  
دھڑے سے یہ سکر ہمارے شجاعت ہے اٹل      سرگرم ہوں گھر میں باہر گھر کو میں بوٹھنچہ ملی  
ہم سے ہوں اس شجاعت پر اگر کرتے عمل      رہتے ہیں نیکتا نام شہ تو آج کل

خشک تر ہوتی نہ سمرست ہوائے جسیٹ  
آہ کتنی دشت و در سے یوں صدائے جسیٹ

جانباز ہونے ہی سے انہیں مرگمہ ہو جیسی  
 خلقِ جمہانی سے قہمی دنیا وہ اشکو سے پٹی

ابو یہ عالم ہو پھر شوق ہو یا چمکے کلی  
بے تفریق صان آتی ہیں صدائے یا علی

مس کو رز کر کے طلا سازی کو دلا تم کر دیا

اشک کے پائے کو نار غم پہ قائم کر دیا

یوں والے خاندان برہاد تھے گھر بن گئے دھتی آنکھیں دیکھ کر ہمدرد اکثر بن گئے

جاں ناس آں سوئے کہ خنک رگہ تر بن گئے      دل میں چھائے ہوئے دامن گوہر بن گئے

خونفشان کے پاس جربٹھا گلابی ہو گیا

یہ چڑھا اشکو کا پانی چہرہ آبی ہو گیا

آج سے کچھ روز پہلے قوم کا کیا تھا شمار  
شہنواز و بزم و طاہر ہی دو تین چار

آب شادِ غول سے آئی اس زراعت پہلے  
جو تگ و لعل کروڑوں جو نہ تھے پہلے ہزار

ہوئے تھے اسلاف کیسکتے نہ تھے تموار سے

دشمنوں کے قلعے ڈھائے آسودن کی دھالی سے

زنگ کے نوکراسیخا ہم نے گلزار وطن  
چھوٹ تھا پانی مگر بھر بھر دیئے گل کو دہس

سبز پوشی کا خرمیدن تھا سدا کا چمن پہلے ہی لالہ ہنستا تھا کبھی غنی کفر

مکھدی خود اپنی زبان اس کا لغمہ سنج میں

ہانہ دین دکی رگین شاخ عس۔ رنج مین

ایک جھنڈا لہکان سونشان اجتہاد      چند جلسے آپ کے اپنا مکان اجتہاد

کس نے بھونکی ہر تن جیانیں جان اجتہاد  
ہو ازان کے ساتھ باقی خاندان اجتہاد

تازہ جس قوم پر وہ گم غشی جذبہ وصل ہو

امتیازی حد بنائی ہم نے لفظ فصل سے

۱۵ بزرگوار علیہ السلام  
۱۶ بزرگوار خدایتعالی  
۱۷ سلام بر محمد و آل محمد و ائمه علیهم السلام



یہ نہ پوچھتا بہ کے روئے لالائے جائینگے دم ہو آہوں میں تو باد کھنچ لائے جائینگے  
 ذکرِ قحط آجے طوفاں اٹھائے جائینگے تا وجود آب ہم موتی بنائے جائینگے  
 وہ اٹھائے نساں غم باد بہار آنے لگی  
 بھینگے کا ڈر ہو تو ہٹ جا پھوڑ آنے لگی

چھوڑ ہلکو ہمتو ہیں سرست مذہبِ حسینؑ دلیں تصویرِ علیؑ آنکھوں میں تصویرِ حسینؑ  
 انکی جرات اور تو کھوتا ہے تو قیر حسینؑ دیکھتا ہوں کون چھو لیتا جو شمشیر حسینؑ  
 چاہے جرات برائی اور بھلائی دیکھ کر  
 شیر سے پنجہ لڑا اپنی کلائی دیکھ کر

ہو عطا جائز تو پھر اجرت میں کیوں کر رہو اب یہ لفظی بحث ہے بیکار ہے بیکار ہے  
 مفت خوانی کی نہیں کہہ سکتے کس کو عا رہو ہاں ضروری امتیازِ مفلس و زردا رہے  
 بس عطا سے قرب ہو اور جبر سے دوری ہے

وہ بھی اتنی کم کہ تعمیر کی رقم پوری ہے  
 سال بھر میں سیکڑوں ہی مجلسیں ہیں بیشِ دم کیا ہر اک سو دام تلجائے ہیں کھا لو گے قسم  
 قوم نے جو کچھ یا انعام یہ بھی ہے کرم مدحِ اہلبیتؑ کیوں کرتے سمجھتے گریہ ہم  
 عاقبت دنیا و دین دونوں کو کھولے جائینگے  
 خونِ اہلبیتؑ میں لقمے ڈبوئے بجائینگے

جوشِ سچ کہتے ہو ہم زائد ہیں اور کم خلفِ یزید شمر نے اگر دہم نے دو بیٹے کی ہر عید  
 خود کرو انصاف کہ کاظمؑ کا ظلم ہو ظلمِ شدید ایک نے کشتہ کیا اک نے پیا خونِ شہید  
 کیا فقط زنگتیاں سے داستانِ لال ہیں  
 خون سے بشیر کہ اب تک بانیں لال ہیں

ہم مسلمان بھی نہیں ہو کر سجدہ کی کائناتوں  
 جم گیا ہو خیمہ اہل حرم کا یہ دھواں  
 اس رکوع باریا بڑ تو نہ کر حسن گماں  
 ہمنے جھاکے پائے عابدیہ بھری ہیں بیڑیاں  
 دلع پشیمانی یہ ہو کیونکر چھپائیں جسم میں  
 چادر زنیب کی ہیں اب تک تباہیں جسم میں

نظم کی تاثیر سے بھڑے ہوئے دل بل گئو  
 پھوٹ آہیں کی گئی افراد کامل مل گئے  
 جستجو سے جوش کی آخر یہ مشکل مل گئے  
 ہو مبارک قم کو سرور کے قاتل مل گئے  
 معترف بنی شیعہ تھے نہ اس نقصیر کے  
 اب کھلا ذاکر تھے قاتل حضرت شہید کے

اے بہادر اے جواں لے پر جگر ضیغم شکار  
 اے ہمارے جواں لے پر جگر ضیغم شکار  
 سامنے ہیں شکستہ قاتل کچھ اوجھا ہو نہ وار  
 ملافتی الاصلی لا سیف الا لاف والاف  
 بان بن ورنہ وہ کہدینگے جیسے کچھ جوش ہو  
 نظم ساری ڈینگے جو کچھ ہو لفظی جوش ہو

تو ہمارے قوی باز ہو جواروں میں ہو  
 جو تھکن کو کہے باغی ہو غداروں میں ہو  
 دیکھتا ہو کتنا کس بل تیری تلواروں میں ہو  
 ہوسیدھی گلے میں تو رضا کاروں میں ہو  
 قاتلان ختم کو پہلے مار کر سب میں  
 ورنہ کیا ملے بنے گا جا کے ملک نجد میں

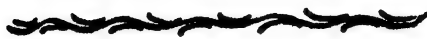
کہہ چکا تو قاتل سرور ہیں شیعہ خاص عام  
 ذاکروں کے مرتبے سے ہانچ سامع کا مقام  
 نظم کہہ کر اس چہ سے بھیج ایک لٹکے نام  
 شہر دوزخ نام شیعہ - عرف غوغوار امام  
 ہم نہیں مسلم تو ہلو چھوڑاؤ مذہب کی زمین  
 کفر ذلت ہو کہ ہم ہیں لٹکے خون حسین

جو زمانے کو جگا کر آپ سو یا وہ حسینؑ جس نے داغِ ننگِ نیا خوش ہو یا وہ حسینؑ  
 رحم کی تعلیم دینے کو جو رو یا وہ حسینؑ چشمِ مانی میں جو گم ہو کر نہ کھو یا وہ حسینؑ  
 گر کے جس نے اس پے حق کو دوبالا کر دیا  
 بھگت کے شمعِ زندگانی نے اجالا کر دیا

لفظ جس کا شرح الفاظِ پیتر وہ حسینؑ لفظ میں جو مصطفیٰ معنی میں حیدر وہ حسینؑ  
 جو خدائی میں خدا کی سب سے بہتر وہ حسینؑ جس کی ایڑی کا پسینہ جان کو فروزہ حسینؑ  
 حصہ آخر عملِ حق آخری پیغام کا  
 سانس میں جسکی تقادمِ پیتر اسلام کا

ناز جس پر آپ کرتی ہو شہادت وہ حسینؑ جس نے عالم سے مٹا دی رسمِ مہرِ حسینؑ  
 تھی نبوت کی سپر جسکی امامت وہ حسینؑ جس کی نسبت ہو غوغا عزت کی عزت وہ حسینؑ  
 قوتِ اعلیٰ کو صورت میں اشر کی دھنسا ل کر  
 روحِ باطل کھینچ لی آنکھوں میں گھسین ڈال کر

شیعہ عالم ہیں منافق مر جالے روزگار اکمل الایمان ہیں اخبار کے مضمون نگار  
 عالم مذہب ہے گراہل قلم میں ہوش شمار رائج مذہب ہے وہ ہو شاعری جسکا شمار  
 شاعروں کے ہاتھ میں جیسے ہو روحِ ایمان کی  
 لونی جاتی ہیں سہنی سے آیتیں قرآن کی





چوں ستر ولایت از علی ظاہر شد کردیم ہمیشہ درد خود ناد عسلی (دیکھو تاریخ فرشتہ)

ساتھ ہی ساتھ ہایوں کا یہ پیغام بھی پہنچا کہ میں ہمیشہ دوستدار علی دادا و علی ہوں چونکہ میرے بھائی کامران میرزا و عسکری مرزا خفی المذہب ہیں۔ اسی لئے انھوں نے میر کو ساتھ بغاوت کی اسکے بعد ہی شاہ طہاسب نے دن ہزار سوار و جاوہر شمشاد کے علاوہ اپنے بیٹے میرزا امرا کو بھی بھرا کر شاہ طہاسب نے ہایوں سے یہ وعدہ بھی لے ہی لیا کہ ہندوستان میں خطبے خلفائے راشدین کے نام نکال دینے جائیں اور انکا شاعری کے ساتھ گڑی داخل خطبہ کر دیئے جائیں۔ ہایوں نے اگرچہ اقرار کر لیا تھا مگر اپنی زندگی میں ایسا نہ کر سکا اور اس نے نظارہ اعلان مذہب میں تدبیج چاہی تھی جو موت کی جلد بازی سے پوری نہ ہوئی۔

اگرچہ عوم خفی المذہب ہی جانتے تھے مگر اسکا مذہب دس کے اہل خاندان سے پوشیدہ نہ تھا۔ کامران مرزا و عسکری مرزا جو اسکے بھائی تھے وہ ہایوں کو شیعہ ہی جانتے تھے۔ ہایوں بھی تدبیج آگے بڑھ رہا تھا اسکے امرا میں سفید زیادہ تھے شیعوں کی عزت و منزلت و مرتب میں روز افزوں ترقی تھی تقریباً بھی وہ شیعہ مذہب کی حمایت کرتا تھا کامران مرزا کے ساتھ ایک روز سوار ہوا اتفاقاً کامران مرزا کی نظر ایک کتے پر پڑی جو ایک قسب پر پیشا بکر رہا تھا کامران مرزا نے کہا تھا ہر اس قبر فرضی است ہایوں گفت بے سنگ سنی است (دیکھو تاریخ فرشتہ) شیر شاہ سے شکست کا سہا بھئی تھے امراے چغتائی نے صرف اس لئے سہل کاری کی کہ ہایوں کے امرا میں شیعہ زیادہ اور عزت و محلہ بدرخیز ہوئے تھے میرم خاں زن شیعوں میں بھی اول درجہ پر فائز تھا اور ہایوں نے اسکو خان خانہ کے علاوہ یار نادا و وہدم و غلگسار کا بھی لقب دیا تھا اسکے ملازم دیوان سرکار سے منخواہ پاتے تھے۔

امراے چغتائی ایک شیعہ کی اس ترقی کو ٹھنڈا کر دل سے دیکھ سکتے تھے انکے پاس دوست کی فضا کو دیکھتے ہوئے ایک ہی اکہ کار تھا کہ وہ میرم خاں کی ملکہ امی ثابت کریں چنانچہ جب میرم خاں قندھار میں داد حکومت سے رہا تھا تو امراے چغتائی نے صاف صاف ہایوں سے کہا کہ میرم خاں شاہ طہاسب کا ہم مذہب ہے وہ شاہ ایران سے سازش کر کے کم از کم قندھار کو فتح کے حوالے کر دیگا۔ ہایوں کو یوں بھرا لیا کہ آخر بادشاہ قندھار بدو خدا بول دیا۔ مگر وہاں میرم خاں مقابلہ و مجاہدہ کے خیال سے بھی نا آشنا تھا وہ ہتھیار لاٹھا اور معاملہ صاف نہ ہو گیا۔

میرم خاں جیسا بے لقیہ شیعہ تھا اسی طرح اپنے اکٹھی سپہا جانشان اور خادار بھی تھا وہ ہایوں کے مخالف اپنے کسی ہم مذہب کی رعایت نہ کرتا تھا شاہ ابوالحال بھی شیعہ و شیعہ تھے مگر حکومت پنجاب حاصل ہونے کے بعد سکندر شاہ کے مقابل انھوں نے سرکاری فوج کو جیسی چاہئے اسی مدد نہ کی یہ خاں نے فرما دیا کہ قیدی کر دیا اگرچہ اب دور اکبری شروع تھا۔

نصیر الدین محمد ہایوں نے دہلی میں کوٹھے سے کرکڑ دھنڈا انتقال کیا۔ ہایوں باوجود ان کا انتقال تاریخ وفات ہو اسوقت کہ پنجاب میں تھا اور صبر و سلاہ کا تھا یہ میرم خاں اکبر کا تابق تھا شیعہ امرا ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔ ہایوں کے دوبارہ تسلط کو نہایت دھرمند نگہ راتھا، اہل ملک غیر ملیوں نے حکومت کا جو اتار بھینکنے پر آمادہ تھے یہی مقابل کی جو انر دی تھیں مالک کرتی جاتی تھی۔ اس حالت میں میرم خاں کیلئے کافی موقع تھا

کردہ اکبر کو زعماء و گورکھ کے برہمن خاندان شاہی کی فیوڈال سمجھا۔

تاریخ ہندوستان کے مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ کدلیہ کی کسمپرسی دارالسلطنت کے دوری ہندوستان کی اسلامی شاہی کے لئے کتنے خطرناک کیفیتیں ہندوستان کی شاہی میں سیکڑوں انقلاب کے اور ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں شاہی منتقل ہوئی اس کا اثر سبب ہی ہوا کہ دلیہ کے سنابلے تھابھائی نے بھی کئی قتل کیا غلام نے آقا کو زنج کیا اور حضرت شاہی پر قبضہ کر لیا پھر لطف یہ کہ ارشا ہی حاصل ہوتے ہی کسی نے اس کی کفری اور اس کے قتل و غارتگری کی اور مرنے کے بعد سلاوا لیا میں شمار ہونے لگا۔

درحقیقت یہ اصولی غلطی صد اسلام سے شروع ہوئی کج فہمی جامع و انتحاب پر منحصر ہو کر اتنی عام ہوئی کہ غلام و آقا کی پاسداری اٹھا دی گئی اگرچہ حقوق شاہی کا عام ہونا مساوات اسلامی کی زبردست دلیل بتائی جاتی ہے مگر کوئی میاں انتخاب تھا نہ مصرت شخصیت ذاتی اثرات کا سوچ تھا اور ملک قوم کی ترجیحی امور غلطی راشدین کے بعد یہاں سب پر دہ نہ ہوا اصل خلافت میں حیرت انگیز کیا یعنی جسکی لاطینی اسکی ہمینس۔ حجاز و عراق و عجم و ہندوستان و مصر و اندلس کی اسلامی تاریخ اٹھا کر دیکھو تو معلوم ہو گا کہ شاہی کے بڑے بڑے کئے بھی نہ ہوئے ہیں اور کتنے قبائل کے مرنے چنانچہ تاریخ ہندوستان کو بھی دوسری نظروں میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔

غرض برہمن خاں اکبر کے ساتھ تمام وہ کارروائیاں حل میں لاسکتا تھا جو ہندوستان کے عہد اسلام کی سنت کا ملکی جاسکتی ہیں مگر اسکی تک حلالی نے حسن سچائی و فرض شناسی نے ایسا کرنے دیا۔ ہندوستان کا امن عاملہ و وقت کیا تھا یہ اس کو ظاہر ہو گا کہ اکبر کو کج فہمی کیلئے دارالسلطنت تک لانا بھی خطرہ سے خالی نہ تھا اسلئے برہمن خاں سے ہوشمند نے پنجاب ہی میں دکھانا اور اکبر کی کج فہمی کی دوی اور جب عام قلعہ دارلین اور مصر و مدینوں کو کج فہمی کی اطلاع دے دی۔ تو اکبر کو لیکر دارالسلطنت میں آئے۔

اکبر نے برہمن خاں ہی کو صرف اپنا مددگار پایا اور اسے نہ صرف تمام امور ملکی والی اسکے سپرد کئے بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ ہر صلح والی تعمیل اور وہ موقوف بر حکم نہ داری (دیکھو تاریخ فرشتہ) برہمن خاں سا ہوشمند اس اختیار عام کو خوش ہوا وہ ان زریں بتان آذری کی تلون مزاجی سے واقف تھا برہمن خاں کو لقب ان بابائے بھی غرور نہ کیا تھا وہ جانتا تھا کہ دولت کیلئے اپنا لینا بہت آسان ہے اس نے شاید اس اختیار سے اپنا خوف ہر جس ظاہر کیا۔ دشمنوں کی دشمنی سے اپنا عجز بیان کیا مگر یہ وقت اکبر کے لئے اڑکھت تھا اس نے روح ہمایوں اور اپنے سر کی قسم کھائی یہ صبر بڑھا۔

دہشت گرد و دہشت بود ہر دو جہاں دشمن باد

برہمن خاں نے مجبور ہو کر امروا و کالت کو قبول کیا اور اپنی مرضی بہ کام شروع کر دیا۔ برہمن خاں کی وزارت کے اکبر کو نقصان پہنچایا یا اکبر کو اکبر بنایا اسکا فیصلہ تاریخ کے مطالعہ پر منحصر ہے۔ لیکن غلطی یہی عرصہ میں بنا دتی کہ بازار سرد ہو گئی۔ اس زمانہ کا سکند نند ہو گیا شاہی ممالک جو ہفتہ سے محل چلے تھے وہ قبضہ میں آ گئے اور جہاں مجمع ہا یونی، کچھ سکھ تھو اور ان شیشہ کی جاپ بھی۔

سب سے پہلے برہمن خاں نے ہمایوں کو مقابل کا معاملہ طے کیا جس نے دارالسلطنت آگرہ و دہلی دونوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس جگہ میں ابک مسیح



خانخانہ برہم خاں و خان زماں علی قلی خاں ایک طرف تو اس جنگ مذہبی میں تلواریں سونے کھڑے تھے دوسری طرف وہ اپنے مالک کے مخالفین کے سامنے داد و جراند دی دے رہے تھے اور اس حالت پر بھی مالک مفتوحہ کی فہرت طویل ہوتی جاتی تھی چنانچہ اسی سلسلہ مخالفانہ کی تدبیر نے کھنگوایا رکھ کر دروازہ کھولا اور خان زماں علی قلی خاں نے شیر شاہ کے انخاستوں سے مالک شرفی فتح کر کے جلد سے دو چند بادشاہ کے بندہ کر کے۔ لیکن اب کبر بھی صرف کار خدمت پر اظہار خوشنودی کے لئے تیار نہ تھا بلکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ خانخانہ شیعہ اسلئے بغتہ حاکمات و حکومتوں کے اسلئے محمد غوث اور برادر شیخ بھلول سے ملاقات ہونے کا بہانہ مزید اخوشی کا باعث ہوا۔ ان فتوحات و خدمات پر خاک ڈالی گئی اکبر اعظم جلیلہ شکار اگرہ سے دہلی پہنچا شہاب الدین دادو ہم خاں نے وہاں سے بھاگ کر گویا بادشاہ برہم خاں کا نظارہ ہولناکی سے اطلاع آمد و رفت کے عہدہ داروں کے لئے خطرناک ہو۔ بادشاہ تو ہمیشہ ایسی ہی جماعت کے افراد ہوتے ہیں جبکہ اعتبار صرف قوت و طاقت پر ہوتا ہے۔ وہ حقیق و متقن کے الجھاؤں میں کم پڑتے ہیں۔ لہذا اکبر اعظم برہم خاں اور ایسا کہ خلیگی پوشیدہ بھی نہ رہا اب امرائے چغتائی کے لئے راستہ صاف تھا اور دنیا کا کوئی حریف باقی نہ رہا جو برہم خاں میں پیدا نہ کر دیا گیا ہو۔

برہم خاں نے اولاً تو عدو و منافق کی تحقیق حال کا مطالبہ کیا۔ مگر جب دیکھا کہ دشمن کا یہاب ہو چکا اور بادشاہ کد رہے تو اس نے حسن خدمت کو وسیلہ شفاعت کرنا چاہا مگر تقدیر بھی اب کچھ اور کر رہی تھی اس نے ملک مالوہ اور بنگالہ کی تسخیر کا ارادہ نہ کیا۔ مگر فتح کہیں نصیب نہ ہوئی اور یہی ناکام باعث خجالت بن گئی اس نے یکایک ترک دنیا کی عٹائی اور ارادہ حج بیتا لے لیا۔ مگر اپنی خدمت کو یاد کر کے اکبر اعظم سے امید وار غصہ ہو گیا۔

آخری مرتبہ اس نے امرائے چغتائی کی اعانت سے قطع نظر کر کے اپنے ذاتی جاہ و چشم سے کام لیا جا۔ پنجاب پر مدھلہ کیا۔ مگر اس کے ہلانے و دستوں نے اس جنگ کو نجات نہ دی۔ بادشاہ نے مولانا عبداللطیف قزوينی کو برہم خاں کے پس بھیجا برہم خاں اگر نجات کا ارادہ کر چکا ہوتا تو اس کے لئے لازم تھا کہ پالو و مشاہیر بھی کو گرفتار کرے یا جیل و حوالہ کر کے ٹھلے دے اور اپنے کام میں مصروف نہ ہو جائے مگر اس نے وفا و امان طرز عمل اتنی رکھا اور اپنا ذاتی جاہ و چشم جس نے اس کو باغی کا لقب یا قمار سے تقاریر طبل و علم و قیل حسین قلی بیگ کے ساتھ نہ بادشاہ کر دیئے۔ مگر تعجب نہ کہ اس پر بھی اکبر اعظم نے اس کی نجات کا یقین باقی رکھا بلکہ دوبارہ اس کے مقابلے کے لئے اپنے شخص کو تجویز کیا گیا کہ برہم خاں اس کے مقابل میں ہتھیار ڈالنا اپنی ذاتی ذلت جلتی اور اس کے لئے بے جنگ چارہ کار باقی نہ رہے یہ شخص برہم خاں کا پرانا ملازم ملا بر محمد تھا جس کو قتل و قمار و غلطی بھی بادشاہ سے دلایا جا چکا تھا۔

برہم خاں کی زندگی اب ایک قسمت کی زندگی تھی بڑا وقت اچھا تھا۔ دسترخوان کی کھیاں اور رہی تھیں۔ سامان جاہ و چشم کے وہ بھرے ہوئے اس کے سامنے بھی چھوڑے گئے بلکہ چلتے چلتے خانخانہ کے اردو میں ڈاک بھی ڈالتے گئے۔ انیس شاہ ابوالمعالی کا حصہ خصوصی تھا مگر شاہ ابوالمعالی کی غارتگری کا نتیجہ کچھ اچھا نہ اس مرتبہ اکبر اعظم نے اس کو قید کر دیا۔



بیرم خاں کا عجب عالم تھا وہ ہمدیم میں مبتلا تھا کبھی مایوس ہو جاتا تو بیکار تیر تک ارادہ حج کر کے چلا جاتا پھر امیدوار ہوتا تو پنجاب میں واپس آ جاتا۔ مگر بد قسمتی ہمارے کتابتھی اوسکی یہ مدد نہ تھی بنات ٹھہری اور مفروضہ فتنہ بیرم خاں کیسے ملا بیر محمد اور پھر خان اعظم شمس الدین مقرر ہوئے ان دونوں کے وعدات بیرم خاں سے تھی وہ پوشیدہ زمین ہری ملا پھر بیرم خاں بلکلا سکے مذہب کا دشمن تھا اور خان اعظم ملا صاحب کے مرید تھے۔ یہ خاں اعظم ہی تھے جنہوں نے کبر سے آخری جنگی کمانڈ تھی۔ اکبر اعظم اب بچہ نہ تھا بیرم خاں کے مقابل میں ان دونوں ناموں کی بخور خود بتاتی ہے کہ اکبر اعظم یہ چاہتا تھا کہ بیرم خاں جنگ کر کے بنات کا ملزم ہو جائے اور اس طرح اوسکا قتل ممکن اور جائز ٹھہر سکے۔ چنانچہ یہ جنگ ہوئی۔ بیرم خاں کے بقیہ السیف دوست بھی تہ تیغ ہوئے اور وہ کوہ سواک کی طرف فرار ہو گیا۔ اس کے بعد اکبر اعظم خود بھی سیر پنجاب کا حیلہ کر کے کوہ سواک جا پہنچا نہیں معلوم اوسکا کیا ارادہ تھا مگر بیرم خاں کو آخری موقع ملا اور وہ ملا عبداللہ محمد و المآب کی ہمراہی میں عذر خطا کو آیا بادشاہ کے پاؤں پر سر رکھ دیا۔ اکبر نے بظاہر خطہ معاف بھی کی اوسکی قدری بلکہ پراسکو ٹھٹھا یا بھی بعض علاقے بھی دینے کا ایا ظاہر کیا قیام و سفر دونوں کا مختار کیا۔

مگر بیرم خاں بیوفائی عالم دیکھ چکا تھا اوس نے امارت جمع و زیارت کو ترجیح دی بادشاہ نے بھاس ہزار روپیہ حج کے لئے دیا اور وہ حج کے ارادے سے گجرات کی طرف روانہ ہوا (بیرم خاں کے حسن خدمت کو دیکھتے ہوئے بادشاہ کے آخری عطیہ کی نقدا قابل غور ہو) بیرم خاں بن گجرات میں ہو پنجاب سے وہ سفر دریا کرنا والا تھا۔ ایک روز تین خانہ گجرات کی سیر کر کے واپس آ رہا تھا کہ مبارک خان نے راستے میں مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے اور اسی جیلہ سے چند داغ بھر کر کے بیرم خاں کا کام نام کو دیا۔ کہا جاتا ہے کہ مبارک خان کا باپ کسی لڑائی میں ملازما بیرم خاں کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا جس کے انتقام میں بیرم خاں کو نہ صرف دھوکے سے قتل کیا گیا بلکہ اوسکا قافلہ بھی قتل و غارت سے محفوظ نہ رہا اور اسکی لاش بھی تین روز محتاج دفن رہی کسی نے بیرم خاں کی تاریخ کسی ہے

بیرم بطوان کعبہ چوں بست احرام  
درواقعہ با تھپے تاری بخشش  
درواہ شہ از شہانشس کا تمام  
کر شہید شد محمد بیہ دم

بیرم خاں کی شہادت کے بعد بادشاہ اوس کے چار سالہ فرزند عبدالرحیم خان کو اور بیرم خاں کی زوجہ کو لیسکر بمبئی لے کر واپس آیا۔ بیرم خاں کی شہادت کے بعد بیرم خاں کی شہادت اگرچہ اکبر کے اشارہ سے ہو مگر چند سوال ایسے ہیں جنکا جواب تاریخ کے مطالعہ سے نہیں ملتا۔ (۱) بیرم خاں کے قاتل سے کوئی انتقام نہیں لیا گیا اسکی گرفتاری کی فکر کی گئی (۲) بادشاہ خطا معاف کر چکا تھا پھر اب کس کا خوف تھا جو بیرم خاں تین روز دفن سے محروم رہا (۳) بیرم خاں کی بیوہ ترخا و خل محلات ہوئی یا پہلے سے کوئی خلیفہ اکبر کے دل میں موجود تھی۔

## آہ جوانان مرگ یافت

اہم کس طرح لکھیں اور کیونکر کہیں کہ کل یہاں سے پاس جو پہلو پہلو مشاعرہ میں بھیکر غزل پڑھتا تھا جو چند روز پہلے جاے ساتھ ساتھ بیٹھتا اور بیٹھتا تھا۔ آہ کج قبر کی منزل میں ہمیشہ کی نیند سوار ہے۔ آلف مرحوم کا سن بیس سال سے کسی طرح زائد نہ تھا۔ اس سن کو دیکھئے اور مرحوم کی علمی قابلیت، اخلاق حسنہ، شاعری میں کلام کی پختگی، پھر کیجئے بہر حال مشیت ایزدی میں کسی کو چارہ کار نہیں۔ خداوند عالم ان کے والد ماجد جناب و آلف کفنی اور انکے بڑے بھائی جناب اختر کفنی اور انکے منجھلے بھائی جناب کشور کفنی کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو درجات عالیہ عطا فرمائے ذیل میں ہم مرحوم کی ایک غزل درج کرتے ہیں۔ انکے کلام میں زائد تر اشعار ویت کی یاد دہانی کرتے ہیں جیسا کہ ذیل کی غزل سے ظاہر ہوتا ہو۔ (ایڈیٹر)

غزل شیدا ناعاف امجیاں مرحوم المتخلص فیہ ہاشا گردن خدا وین حضرت زائر مدظلہ العالی

پھیلے اثر جو سوز دل داغ دار کے	تختے زمین کی طرح جل ٹپے خزار کے
سااں کے نہیں یہ شب تار مزار کے	روشن رہیں گے دلغ دل زخوار کے
ترت پر شام ہی سے ہواؤں کا ہواثر	شعلے بھڑک رہے ہیں چراغ مزار کے
کتا ہوں کہ منزل مقصد تک آگئے	بلوے دکھائی دینے لگے کوئے یاس کے
دیکھیں عدم کی راہ میں کس طرح ہو گذر	آگاہ جیسے زلف نہیں اس دیار کے
اک سے نہ دیکھی جائیگی تربت کی تیرگی	بٹ جائیں لوگ قبر میں جھکوا بار کے
جب اپنے مرنے والوں سے پایا نہ پھر جواب	بڑا چپہ سا کائنات عدم نہ پکار کے
تھے شایق ہمار جو ہم سے خزاں نصیب	لاکھیں ہوئیں پھول چین چین ہمار کے
قبر شیدا زہرہ یوں فاختہ پر رخصو	دو چار پھول ڈال دو سرے اتار کے
قبر شیدا زہرہ کیوں دہم کرتے ہو	لیباؤ چٹکے پھول ہمارے مزار کے

کہ در پردہ کے گھٹ گیا اور کتب ہوئی سحر  
حالات کیا کہوں میں شب انتظار کے

# سچا افسانہ

از جناب ہزار ذ احسری کھنوی  
(اپنے نظارہ کے لئے)

اختلاج قلب ایسی عمل اور ذلیل بیماری ہو جسکا حد و حساب نہیں۔ اسکا شکار بہ ظاہر تندہست اچھا خاصا لیکن بچا ملن دینکے ہر کام سے بیکار ہوتا ہو۔ خدا نکرے کسی کو یہ سودا ادا مرض ہو۔ اور اگر ہو تو وہ شاعر اور افسانہ نگار ہو۔ اور اگر بد قسمتی سے یہ قتل باتیں جمع بھی ہو جائیں تو اسکا کوئی سمجھ کرنے والا دوست کسی رسالے کا ایڈیٹر نہ ہو اور اگر یہ سب باتیں بھی بد قسمتی سے جمع ہو جائیں تو یہ ایڈیٹر حضرت فضل کھنوی کی ذات اقدس ہو۔ ورنہ اس افسانہ نگار کی موت یقینی ہو۔ آپکی ذات اقدس کے سامنے کوئی کھسا کوئی بلی۔ کوئی چرکہ۔ کوئی ترکیب کار گر نہیں ہوتی۔ آپ کے احکام "افسانہ لکھا" "لاؤ کیسی فکریں" ہم نہیں جانتے۔ کل کبھی نہیں آتی "ابھی گھوٹو غرض یہ دیکھ لیں جو ایک EXPLOSION سے کسی طرح کم نہیں۔ اب خواہ غریب آلام دنیوی کا شکار کیا کیوں نہ ہو۔ خواہ اس پر زانہ کی فکر میں ہی کیوں نہ پھٹ پڑیں۔ افسانہ لکھنے کا اور ضرور لکھنے کا۔ لیکن کیا دانتے قابول نہیں ہلاٹ ذہن میں نہیں۔ لیکن جویندہ یا بندہ ڈھونڈھے سے خدا ملجاتا ہو نہ کہ ایک افسانہ۔

میں نے اسکو دیکھا اور پہلی ہی نظر میں بچوں لیا۔ وہ امیں آباد میں یوں کے اڈہ کے پاس پان کھار ہا تھا۔ اسکی پوشیش اور وضع میں سیدہ فرق تھا۔ اسکی ٹھاسی تقریباً ایک بالشت طویل وہ ایک سیاہ رنگ۔ کے کوٹ اور ایک بگاڑی ٹوپی میں بیوس تھا۔

عارف میں نے پکارا

وہ۔ ہٹا۔ ااں۔ تم ہو ہزار دہائے اپنی پرانی بے تکلفی کے ساتھ کہا۔

خدا کا شکر ہو میں نے جواب دیا۔

میں اسکو زبردستی ہندو مسلم دستور ان میں لے آیا جاں اس نے صرف بے سکت قبول کئے

آجکل کیا کرتے ہو۔ میں نے پوچھا۔

بیکاری ؟

اور ارادہ ؟

موت۔

وہ۔ میں نے کہا یہ تو بالکل شاعرانہ تخیل ہو ؟

وہ ہنسنا اور اس کے کہنا میں شاعر سودا ہیں۔

تو کچھ سا ڈر۔

ہر اناستہ کر کیا کر گئے تم طرح دید میں ابھی ابھی کہہ دیتا ہوں۔

مجھے تعجب سا ہو گا۔ اس لئے کہ ایام طالبعلی میں جب وہ میرے ساتھ تھا وہ شاعر سے سید متغیر تھا خوش ہنسا اور

کزن فاضل کا خوبتر نشان تھا۔ مجھے حضرت فضل لکھنوی کا ایک مطلع یاد تھا میں نے پڑھ دیا۔

بیٹھے تو تھے خوشی سے اس دہشت کے اٹھے بد چھانہ جب کسی نے مجبور ہو کے اٹھے

وہ فوراً انگٹا لے لگا پشکل چند منٹ گزرے ہوئے کہ اس نے کہا سنو۔

بیٹھے تو رو کے بیٹھے اٹھے تو رو کے اٹھے ہم اپنے آنسوؤں سے دینا ڈبو کے اٹھے

اُن سے نظر ملا کے تکمیل عشق کر لی لے کے ایک ل تھا تو وہ بھی کھوکڑا اٹھے

میں متحیر سا رہ گیا۔ اس کا مطلع اور یہ عر دل جذبات کی ترجمانی کر رہے تھے یکا یک کھڑی نے پانچ بجائے اور میں نے

کہا بھائی تم ٹھہرے کہاں ہو۔

در بے گنج کی سرائے میں

اچھا میں کل آؤنگا اب مجھے اجازت دو۔

کیوں۔ اس قدر جاؤ آؤنگا ہی۔

میں نے جواب دیا کہ مجھے نظارہ کے لئے افسانہ لکھنا ہے اور وقت کم ہے۔

"تم بھی میرے حالات کے لئے بیچین ہو۔ سنو۔ میں تمہیں اپنا واقعہ سناتا ہوں جس کو تم بطور افسانے کے لے سکتے

ہو سرت۔ کا خیال رکھنا کہ ام اور مقامات تبدیل کر دینا۔

میں اور تم انٹرنس پاس کرنے کے بعد جدا ہوئے تم لکھنؤ اور میں پٹنہ چلے گئے۔ والدین تم جانتے ہو کہ میرا بھائی

میں انتقال کر چکے تھے میری تعلیم اور بدوش میری چھو بھی نے کی۔ میں گھر پہنچا اور بالکل بیکار کیونکہ میں نے ابھی بس نہیں کیا

تھا کہ آیا میں تعلیم جاری رکھوں یا کہیں میں روپیہ ماہوار کی کلر کی کروں۔ میرے محلہ میں ایک دہوی سوداگر رہتے تھے۔ بڑا امیر

کبیران کی ایک صاحبزادی تھیں۔

"قبصر آہ کیا پیارا نام ہے"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

بیکار و بچم بچو آنکھیں۔ گش ترین چو کی اکٹھ گش گش اس کے پہلو میں ایسا ہی دل بھی ہوتا۔ اس ظالم نے میری زندگی کو تباہ و برباد کر دیا میں اس مصلحت کے غلبہ میں رہا کہ کتنا مجھے شاہراہ خیل بھٹا تھا۔ لیکن اس حسین گاہ نے مجھے سب سے بچ کر دکھایا۔

ہاں نہیں کہاں بیکار گیا میں ایک دن وہیں کے وقت لگی سے گزر رہا تھا۔ بیکار کے ہلچلے دروازہ میں نمودار ہوئی میری اس پہلی بارنگاہ بڑی اور حیرانہ تمام ہم سن کے لگا۔  
بکاش بکاشی بھی نہ آتی۔

وہ مسکرا رہی تھی۔ اس کا ہم درساں خشن کو بھڑکاتا تھا۔

ہاں یہ روزانہ ملتاتیں ہوتے تھے اور یہ نے نفسیں غریب تمام وقت لگا۔ لیکن تم لازم ہو کر بردوان جا چکے تھے۔  
میں نے کہا ہاں یہ ۱۹۲۳ء کا ذکر ہو۔

اس نے باقی نا لگا اور ایک ہی سانس میں بول گیا۔

سنو۔ اس نے کہا۔ تم یقین ماننا۔ وہ دیوی تھی اور اس کا بھاری۔ ناوس میں بھی اسی کا تصور رہتا تھا۔ دن میں کئی بار وہ مجھے ملتی تھی۔ اس کے منہ پر ہنسی تھی۔ اس نے آئے تھے اور مجھے بولے۔ یہ خواہ وہ زائد ترانہ تھا۔ پھر بھی تھی جبکہ وہ کہیں قریب میں ہماری جگہ اور انمول انتظار کی دھند بھانپا جاتی ہو۔

ان ملاقاتوں کو چہرا کا عرصہ گزر گیا۔ اس واقعہ سے تمام حوالہ میرے گھر والے اس کے گھر والے سب گاہ ہو گئی تھی۔ سچ کہتا ہوں  
حسرت و غمک نہیں بھینٹا

مجھے تعجب سے بات نہ لگتا کہ ان لوگوں نے کتنی قسم کی روک ٹوک میں کی ہم لوگ اس طرح بیباکانہ روزانہ ایک دوسرے سے ہم کلام ہوتے تھے۔ بیکار بلا قاتل رک گئے ہیں۔ گھر آگیا۔ میں اس صدمے کے لئے تیار تھا۔ پھر وہ دن ضعیف تھا۔ ایک ماہ اس حال میں گذر رہی تھی کہ ایک کوئی چیز میں نیم دیر نہ تھا۔

میری پریشانی۔ یہاں وضع قطع گھٹکے ہر شے سے ایک عجز و نفرت آشکار تھی۔

تم ہاں تھے۔ تو تھا مجھے احساس زندگی

تم دور ہو تو کچھ انہیں اپنی غم نہ نہیں

میں نہیں غم کی وجہ معلوم کر چاہتا تھا بڑی دعاؤں کے بعد اس سے ایک دن ملاقات ہوئی۔ اس نے دل کے چلے مجھے کہ جواب بھی یا نہیں اور یاد دہانے۔



# فطرتی جدت

از حضرت برکت اجتہادی

وہ تیرے میں ہائے آئیں کیا اور کیا گئیں  
سانے میرے اگر بھولے سے بھی وہ آ گئیں  
تیس جیہ دل میں اٹھی اک ہ کی چپ ہو رہے  
وہ نہ بولتی تیرے میں درد دل نکھتا رہا  
شکر کرنا تھا انھیں بدنامیوں سے بچ گئیں  
مٹنی ان تر بھی نگاہوں کا اثر ہوا جتناک  
یوں تو شاوے تھے بہت پرلے مے بیچن دل  
میں کو شام غم تصور میں تو چھپنا ہی نہ تھا  
سخنیاں فرقت کی ان سے ذکر کرنا ہی نہ تھیں  
دل پچھڑے رہ گیا تصور ان کی دیکھ کر  
دل کو تو تسکین ہو چاہے نہ آئیں ستارے  
گور ہیں جبین وہ بھی میری آہوں سے مگر  
پہلے تو سنتی رہیں، کتنا رہا میں حال دل  
دل کے گلدستے میں جو کلیاں تمناؤں کی تھیں  
ناہ فرقت شوق کی وہ ولولہ انگیزیاں  
تم نے جسے سطر لکھی تھیں خطیہ، انکس گیلے  
کہا تصور تھا کہ میں تو رات بھر سمجھا کیا

ایک کلی تھی جو دل میں شام غم دوڑا گئیں  
چار آنکھیں ہوتے ہی گھبرا گئیں، شرما گئیں  
ہجر کی راتیں یوں ہی گذریں ہیں ہی پھر گئیں  
انکے خط کی خوشیاں مجھ کو کچھ ایسی بھا گئیں  
وہ تو سنتے ہی ہماری موت کو گھبرا گئیں  
جو کہ آنکھوں سے گزرتے دل مرا برا گئیں  
کیا میں اتنا جب صورت دیکھنے شرما گئیں  
بیٹھے بٹھلائے مجھے تڑپا گئیں رلوا گئیں  
پڑتے ہی پڑتے ہائے خط کو وہ کھلا گئیں  
ہائے وہ ساکت ادائیں بھی مجھے تڑپا گئیں  
آنکھوں آنکھوں میں خدا جانے وہ کیا سمجھا گئیں  
ایک خاموشی میں خج داریاں دکھلا گئیں  
اک شکایت پر اترنا تھا کہ بس شرما گئیں  
انتظار دید میں سب بن کھلے مرجھا گئیں  
نامہ برکتے آتے آتے ایک سافت ڈھکا گئیں  
مجھ کو جو قوت بھی یاد آ گئیں، تڑپا گئیں  
جیسے کوئی کہہ رہا ہے کان میں "وہ آ گئیں"

اتفاقاً انہی تھیں انہی آنکھیں نے ہر

وہ نگاہیں کیا تھیں، نادک تھیں جو دل برا گئیں

مجھے اے جواب میری





صبح کو ہم خود پہاڑی ہو جائیں گے کسی فوجی افسر کے مرتے ہی فوج کے افسر اور انس سے جنرل نجائیں گے پھر ترقی کی مشین چلا تے چلا تے ایک دن وزارت کی کرسی پر قبضہ کر لیں گے۔ اب ہم سے اور سخت شاہی سے اتنا قرب ہو جائیگا۔ جتنا فاصلہ دل سے زبان کا ہوتا ہو۔ اودھاہ صاحب ذرا بھی اونگھے اور ہم بادشاہ بنیں گے تو پھر پورے چھٹے اسی ندرات کو سنیں گے دہلی کو جائیں گے۔ ان دونوں کے درمیان میں زندگی کی کاڑھی چلائیں گے لیکن ایک خیال بھر پدا ہوتا ہوا وہ یہ کہ اگر کسی کج بخت نے بھی ہندی طرح ترقی کر لی۔ ہم یورپ کے ہڈیوں میں ہے ادھر اس نے چڑے کے سکے چلا دئے تو بھر کیا ہوگا۔ خیر ہر حال کو حال سوائے خدا کے کوئی دوسرا جانتا ہی نہیں۔ ہم جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں۔ بیچ زمانہ حال تنائی بخت اثبات فعل خالی ہے۔ دن۔

(۱۲)

اجی بھر خیال ہو کر شاید جناب کاتب اعمال صاحب اس بات میں ترسم کر دیں اور سوائے کسی ملک کا بادشاہ بنانے کے چھوٹی سی زمین کا مالک یعنی کسی دیسی ریاست کا حکمران بنادیں تو بھر۔ بھر بھی کچھ نہ بھڑانے۔ چھائیں گے والی ریت کا خیال آتے ہی پھر فرسانے کی کچی دیوار بنانے لگے۔ یہ کریں گے یہ ہوگا۔ وہ ہوگا۔ بس جاتے کے ساتھ ہی رعایا کو تو اپنی ایسی کی قبی کے جانے کر دیں گے۔ اور خود کیا کر دیں گے۔ انہیں گے گاہیں گے۔ دل کو نذر عشق کر دیں گے۔ ایک بھولی بھولی۔ بیماری بیماری بازاری دوشیزہ کی گردش نگاہ کے چکر کاٹیں گے جس وقت عشق کی جھینگیں آئیں تو دروازیاں اعلان کریں گے کہ ہے کوئی ایسا جو سخت بقیس کی طرح فلاں سلیم کو جلد سے جلد پہنچائے فوراً ایک ٹکٹوار اس کام کو بھی بجالائے گا۔ اب نہ پوچھئے جس وقت وہ آجائیگی تو دلی آگ میں حسن کی ہوا لگنے سے عشق کی آہیں اٹھیں گی۔ ایک کروڑ روپیہ کا محل بنوا دیں گے۔ اگر کبھی کبھی برکات فرج کو جائیں گے تو بارہ لاکھ روپے کا جواہرات مول لائیں گے اور محل کے دروازے پر اگر کسی کج بخت کی زبان پر یہ فقرہ آگیا کہ سلیم صاحبہ کو رات سے تین مرتبہ نزلہ ہو چکا ہو تو باہری کے ماہران جواہرات کو صدقہ کی بھیٹی میں چلا دیں گے۔

بھر خیال ہو کہ ریڈی کی بھی اور کسی زلزلے میں گھسا دیکر عشق کی کند میں پھنس کر بھاگ گئی اور کسی ماجر کے عشق میں بولا گئی تو کیا ہوگا۔ ہوگا کیا؟ اپنے دن مارہ ملازمین کو موٹر پر سوار کر کے بھیج دیں گے کہ اس عاشق کو مار دیں گے گھاٹ جلد سے جلد آتا رہو۔ یہ لوگ اس کا قلع قمع کر کے چلتے ہوئے۔ ہاں ایک بات کا خیال ضرور آتا ہو اگر کسی چھوٹے موٹے حکام نے بڑے صاحب تک ٹیلیفون کا مار لادیا تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ وہ میاں بغیر گردن میں ہاتھ دیئے جان نہیں چھوڑے گا۔ مگر جناب جب دھکیلی میں سڑنا تو دھکوں کا کیا ڈرو ہوگا وہ دیکھا جائے گا۔ دو حال سے خالی نہیں ریاست رہیگی ہاں لے گی۔ اگر رہی تو تو قہما۔ اور اگر دوسرا کچھ ادھر

ریاست بھی گئی اور سلیم بھی گئیں تو سوائے یورپ کی سیر کے اور کوئی چارہ کا نہیں ہوگا

”نفس کشین کا یورپ مقام ہے“

نہ کچھ لے گا نہ کچھ لے گا جب بھی گذارا تو ضرور ہی لے گا۔ وہی کیا کم ہے۔ وہاں کی ایک غریب مسکیم صاحب کو پچھانس کر اپنا ہم مذہب بنالیں گے اور اس۔

(۲)

ہاں جناب! ان کا ذائقہ ہی تو ہو شاید ادھر سے ادھر چو جائے۔ اتر یہ دونوں نشانے خالی گئے تھے سلطنت ملی نہ رہا تو پھر کیا ہوگا پھر ہوگا کیا تیری میری خوشامد کر کے "خان ہادر" تو ہو ہی جائیں گے۔ اور اگر یہ کسی بھی خالی نہ ٹی۔ تو ایک ڈر دیکر انارٹی (آنری) محسوس ہوئی تو ضرور ہی مل جائے گی۔ اسی اس سے بھی گئے گذرے تو کسی شاہی وقت کے متولی ہی بن بیٹھیں گے اگر دیکھتے تو یہ بھی ایک بادشاہی کی قسم ہوتی ہے۔ دو چار ادھر ادھر کے افونی ہاں لیں گے وہ ہم کو "مرشد" کا لقب ضرور ہی دیدیگر ساٹھ تین آنے کا خناس سے ایک گھوڑا اور دو سکنڈ ٹھینڈے کتے اونے پونے داموں پر خریدیں گے اسی طرح ایک ٹوٹی ماری بند وق بھی بھول لیں گے مگر کتے ایسے مول لیں گے جو بانی سے مری مرغابی نکال لائیں۔ دن بھر تو شکار کھیلیں گے۔ دن تو اس طرح کئے گا کہ اب رہی رات تو ایک دھاپی کے لیٹ رہیں گے بس یہی معلوم ہوگا کہ سب زرا اور مارا دربار میں حاضر ہیں میں دربار کر رہا ہوں جب کبھی غلبی چھائے ٹی تو دھار وقت کی میں ادھر کی ادھر کر دیں گے کام نکلیا گیا۔ اب رہا وقت چاہے ہے چاہے وقت کی طرح وہ بھی چلتا دھندل کرے مگر یہ سب کام استخارہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ حد ہو کہ ایک مالی نوکر کو کھونچا تو اس وقت تک نہیں رکھوں گا۔ جب تک استخارہ واجب نہ آئے۔

مگر جناب۔ یہ تینوں نشانے مس ہو گئے۔ اب جو آنکھ کھلتی ہے تو میری پرکشی ٹکائے فسانہ امیری تین خواہشیں ملکر رہے تھیں۔

## یوگ علم توجہ۔ سرزمین غیر

علوم روحانی کا کام ہم نیتا نہیں سال ہو کر نہیں اور نہیں کے روحانی جہان عمومی جیو اور اوس اعلیٰ حریفوں کا علاج و دربار نوک نہایت کامیابی سے کرتے ہیں۔ لاکھوں مریض ہمتا پانچکے ہیں اور ہر قسم کے اوس اعلیٰ مریض اور ہر قسم کے دینی و دنیوی کاروبار میں کامیابی کے خواہشمند ضرور فائدہ اٹھائیں اور چند رہ میرا دوسرے شرط یہ سکھاتے ہیں شاگردی منبر آج ۳۹ ۳۹ ہر

مفصل کے واسطے تجربا سے سرزمین موت ایک رو آئے ہر وقت پتہ لگا

جی۔ ڈی۔ اوم سند باغ راج۔ منیجر گیش آشرم جالندھر

# واقعہ

(از جناب ہزاد ذاحسری لکھنؤی)  
(اپنے نظارہ کے لئے)



مہربانی سے نہیں کم دلستانی آپ کی  
ایک قلب دانع پر وہ ہے نشانی آپ کی  
رہنے دیجئے رہنے دیجئے بس علاج دانع دل  
دل مٹا کر ایک پائی ہے نشانی آپ کی  
ہم سے اور امید نالہ! تو بہ تو بہ کیجئے  
ہم کو تو ہر ہر ستم ہے مہربانی آپ کی  
دیکھنے والے لٹا بیٹھے متاع عقل و ہوش  
ایک کیف میسگدہ ہے یا جوانی آپ کی  
زندگی کیا چیز ہے اور موت کیا شے ہے مری  
مہربانی آپ کی نامہربانی آپ کی  
حضرت ہزادان کے سامنے چپ لگ گئی  
کئے کئے کیا ہوئی جساد و بیانی آپ کی

# تحقیق جدید

(مسٹر چھپے رستم کے قلم سے)

ذیل میں چند الفاظ کے حقیقی معنوں کے علاوہ بعض ایسی باتوں کی تشریح کی جا چکی جو زبان و دماغ میں تو ہیں۔ مگر کسی

مطالعہ لغت میں نہیں۔

ولہ (اور اسی کے لئے) بڑا زبردست اور ہمہ گوشاگر اندھ، ہر ایک مذاق اور ہر ایک رنگ میں اس کا کلام موجود ہے، دیوان مرتب نہ دھونے کی وجہ سے شعرا نے اپنے اپنے مذاق کے موافق ولہ کا کلام آپس میں تقسیم کر لیا، تقریباً ہر ایک شاعر کے دیوان میں اس کے اشعار موجود ہیں۔ مگر حالات کسی تذکرے میں نہیں ملتے کب پیدا ہوا، کب انتقال کیا، کہاں کا رہنے والا تھا، کس خاندان سے تھا کچھ معلوم نہیں بڑی کوشش اور تفحص کے بعد اتنا پتہ چلا ہے کہ ولہ شاعر کا تخلص تھا، نام کچھ اور ہو گا۔ شاید یقیناً ہو۔ غالب کے دیوان میں صرف ایک مقطع ملتا ہے۔

رگ سنگ سے چکتا ولہ کہ بھرتہ تھا جسے غم سمجھئے ہو یہ اگر شرار ہوتا

کیاں۔ مستقبل کوئی معنی نہیں، صرف دو لفظوں کی جمع میں کیاں دکھائی دیتا ہے۔ ایک کھن سے "کے کیاں" (کیاں) دوسرے "بلکہ کیاں" (پن کیاں) (پن کیاں)، اس کے بعد بعض جملوں میں زبردستی "کیاں" نے بننا جگہ نکالی جیسے ان کیاں (ان کیاں) گو اس میں تاویل ہو سکتی ہو کہ "انکے یہاں" کثرت استعمال سے "ان کیاں" بن گیا "انکے کیاں" میں کیا کہا جائیگا۔ یہ اس میں ایک "کے" کیڑ کوڑہ گیا، یا اسی طرح سے "تھامے کیاں" ہمارے کیاں "پھر یہ بھی نہیں کہ جگہ کو بازاری کیلے جان بچائی جائے ہم بھی ہیں کہ عام خاص مطلق سب بولتے ہیں۔ اب اس کو غلط عام فصیح کہا جائے یا غلط عام فصیح،

حکیم (وانہ عاقل)، ماہر علوم، حکمت فلسفہ کا زبردست عالم، علم الابدان کا فاضل، کسی علم میں یتیم شاعر جید، طیب، غلط مفردات، عطائی، عطار، جو صرف بعض کی جگہ جانتا ہو، جو استاد کے بتلنے پر نسخے لکھتا ہو، جو گور غریباں کی آبادی میں اضافہ کرتا ہے، جو آلو تھارہ کہ آلو بھارہ سمجھے۔

حضرت (پیشگاہ) تعظیماً ہر ایک امام پیغمبر مولوی مجتہد، نثار شاعر، بادشاہ وزیر ہر ایک مالدار آدمی، جو کچھ لکھ لیتا ہو، جو

کچھ کہہ لیتا ہو، ہر وہ شخص جس کا نام معلوم نہ ہو۔

ملہ مرزا غالب کا شعر جو رگ سنگ سے چکتا ولہ کہ بھرتہ تھا جسے غم سمجھئے ہو یہ اگر شرار ہوتا

۵۵ بلکہ بلکہ کی تصغیر۔ چھوٹے بلکہ کہتے ہیں۔ پن کیاں جمع ہو

خلیفہ۔ (بعد میں آئے والا) نائب خدا، جانشین پیغمبر تمام مسلمانوں کا واحد پیشوا، ہر مسلمان بادشاہ، ہر مسلمان  
دلی ملک، ہر مسلمان نائی۔

فیلسوف (فلسفہ کا زبردست ماہر) جید فلسفی، فلسفیانہ خیال کا شاعر، فلسفہ میں شد بدر کھنے والا (حور توں کی صلاح میں)،  
مکار، چالاک، دغا باز۔

جناب راہ گاہ (تعلیم)، امام پیغمبر بادشاہ وزیر، رئیس، عہدیدار، ذمی عزت، خصوصاً ہر ایک مولوی مجتہد اور عوام  
ہر ایک ہندوستانی۔

محقق۔ (تحقیق کرنے والا) جس نے کوئی ایسی مدلل تصنیف انتہائی تحقیق کے بعد پیش کی ہو جسکی ایک ایک طرح کی کیس ہو گئی  
ہو مسلمانوں میں، شخص اسی لقب سے مشہور ہیں ایک طائفہ الدین محقق طوسی، آقا یزدات جمیع معنوں میں محقق ہو، مشکل سے کوئی علم ایسا نکلیگا  
جس میں انکی تصنیف مستند موجود نہ ہو اور فلسفہ اخلاق کے توکل کرنے کا سہرا انھیں کے سر بندھا۔ دوسرے ماحول الدین محقق دوانی،  
بڑے عالم و فاضل تھے، مگر محقق طوسی کے کمال کو نہ پہنچے لیکن پھر بھی دو تین کتابیں لکھنے کے بعد ضرور محقق دوانی بنائے گئے اس سے غرض نہیں  
کہ وہ اپنی تصنیف میں خود محقق طوسی کی تصانیف سے مستفید ہونے کے مقرر ہیں خیال تھا کہ اسکے بعد لفظ کی ترقی مسدود ہو گئی، مگر ایسا نہیں ہوا  
زمانہ کو تحقیق محقق کی ضرورت محسوس ہوئی اور ہر ایک محقق بننے کا آرزو مند ہو گیا جس سے لفظ کی وقعت گھٹی اور دلی انگ بڑھی نتیجہ یہ ہوا کہ  
سلطان محققین، ملک محققین، رئیس محققین، صدر محققین، تلج محققین، راس محققین، محقق محققین، بنوہ کون کون محققین پیدا ہوئے  
مولانا میرے آقا میرے مالک، امام پیغمبر، عزیزی کا عالم، بزرگ قوم، سسر ملی کا مدرس مسلمانوں کا  
لیڈر، عربی کا طالب علم، ریٹائیل جیہا، مسلمان کے ڈاڑھی ہو، ہر ایک مسلمان ایڈیٹر ڈاڑھی ہو کہ نہ ہو، ہر ایک ڈاڑھی کا مسلمان منوں نکا  
ہر ایک مسلمان ڈاڑھی منڈا شاعر۔

علامہ (زبردست عالم) عالم کامل جو تحقیقی مضامین لکھتا ہو جسکی شاعری رفیق اور گنگناک ہوتی ہو، جو اجرت پر چھوڑنا  
لکھو کے اپنے نام سے شائع کرتا ہو۔ (حور توں کی اصطلاح میں) بدعاش عورت، شریعت، جہلاز عورت۔

سید (سرदार) رئیس قوم، بزرگ قبیلہ، آل رسول، ہر ایک مسلمان فقیر

مومن۔ (ایمان والا) صاحب ایمان مسلمان سے ایک درجہ بلند، ایک شاعر، ہر ایک مسلمان جولا۔

حافظ (یاد رکھنے والا) جسکو پورا قرآن یاد ہو۔ جسکو ہر سیک سو کسے یاد ہو، جسکو کثرت سے باتیں یاد ہیں، جو اندھا ہو۔

شاعر۔ (شعر کہنے والا) علم عروض کا ماہر اور ہر ایک صنعت شاعری پر قادر، صرف خوش گو، فقط ناظم، حکیم، کہلو اسکے  
مشاعرہ میں غزل پڑھنے والا۔

معشوق۔ (جسکا عشق ہوا دلہن عورت، خوشرو مرد، ڈاڑھی موٹھوں والا جسکے دلفیس بھی ہوں، جو قبا اور چڑیاں پہنتا ہوا جو دپٹا اور سے اور اس پر سے ٹپٹی بھی پہنے، جو گھوڑے سواری بھی جانتا ہو جو تیر تلوار نیزہ خنجر وغیرہ چلاتا ہو جو عاشق کو اپنی محفل بلکہ گلی میں بھی دھسنے نہ دے، جو رقیبوں کے ساتھ مزہ کرے اور عاشق کو ترسائے جو خنٹائے شکل ہو۔

ابول "اب" عربی میں باپ کو کہتے ہیں، فاعلی حالت میں اب کیا تھو داؤ بڑھ جاتا ہو۔ اضافت کے بعد مضان الیہ کا الف لام بھی اب سے چپک کے "ابول" بچھا تا ہو۔ عربی میں یہ ابول کنیت کی علامت ہی جو بیٹے کے نام سے ہوتی ہو یا جس شخص میں جو صفت زیادہ پائی جائے اس صفت کے ساتھ ابول کا اضافہ کر کے کنیت بنا لیتے تھے جیسے ابو تراب امیر المومنین حضرت علی کی کنیت تھی اور ابو الفضل حضرت عباس ابن علی کی، عرب کنیت میں ممانت ہوئیے احتیاط کرتے تھے تاکہ نام دو شخصوں کا ایک ہو تو کلیسے ایتنا زہد ہوتا ہے ہندوستان میں یہ خصوصیات سب غائب ہو گئے اور ابول لازماً علما پر قرار پایا یعنی جو ابول ہو وہ پورا امیر نہیں اسلئے کوئی ابو الفضل بنا کوئی ابو الفضائل اور کوئی ابو الامحازن بنا تو کوئی ابو الکشف ہوا تاکہ اس ابول کے بہران میں بعض ذوات مقدسہ کی کنیت مختصہ و حق تلفی کی بھی پروا نہ لگتی ہمارے خیال سے پھر بھی قابل حقیقت نہائی نہیں ہوتی ابھی امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کی کسر ہے۔

منشی۔ (لکھنے والا) انشا پرداز، رہبر دست اہل قلم، کلرک، عرائض نویس، محرر، کاتب، یہی کھاتے لکھتے والا، ڈاکخانہ میں ٹاٹ پر بیٹھ کر اجرتی خط لکھنے والا۔

ادیب (علم ادب کا حامی والا) اردو کا ادیب ایسی ہندوستانی ادیب ہے۔ بے بی کا ادیب، جو شعر و نظم میں مہل ہو، جو چڑی دار لکھنا اور شاندار شیروائی پہنتا ہو، اگر اس لباس! دیکو بیٹ اور شام کو ترکی ٹپٹی پہنتا ہو تو پورا ادیب ہے۔ مگر عینک ضرور لگاتا ہو چاہے تال نگاہ کے برابر ہوں فاؤنٹن پن بھی لازماً ادیب ہو جائے ورنہ ہی کہنے کا ہوا اور اگر ان سب چیزوں کے ساتھ ایرانی ٹپٹی پہنتا تو ادعا ادیب ہو اور اگر امپوری ٹپٹی یا دہلی پہنتا ہو تو صوفی شاعر ہو نہ تو اس اور اگر دہلی ٹپٹی کے ساتھ انگریز کھاتے پہنتا ہو تو پھر شاعر ہونے میں بھی کلام ہو۔

ادب لطیف۔ وہ نظم و شعر جس میں انگریزی ترکیبوں کا ترجمہ کیا گیا ہو یا فارسی کی انوکھی ترکیبیں بنائی گئی ہوں، جو نہ اردو ہو نہ ہندی، نہ فارسی ہو نہ عربی، جس میں الفاظ کا سمہ ہو، بھول بھلیاں ہو، گورکھ دھندہ ہو، اور "منی لا پستہ جسم میں" ہو نہ رقصیدہ، تب علم عربی، دوشیزا، ہرٹھے، دینائے ہر چیز، فداات، ہر ہر نظر آتا ہو۔

ہستر (ہندو مت بزرگ تر) حلال غور، ہار و بکش، بھگلی،

کاش دنیا دہلے پر خود غلط خیال کو ترک کریں اور الفاظ کو محل صحیح میں صرف کیا کریں۔ وصلا علینا الا البلاغ

# شام کا پہلا تارا

(از فضل کفوی)



یوں تو بس ہر وقت ہی رہتا ہوا الفت کا اثر      ہاں قریب شام جب ٹھہرا دراز درجہ  
مٹ گئی محکیم کاری و کجباتے دیکھ کر      اک چمکتے تارے پر آخر پڑی میری نظر

فکر بھٹی آغاز کی اور غم نہ تھا انجام کا  
دل میں ادہ اور سامنے تارا تھا پہلا شام کا

دن کا آخر ہو ذرق اور رات کا پہلا ہر باب      وقت دونوں مل رہے ہیں چھپ چھپ ہو آفتاب  
خون دل سے ملتا جلتا لال ہو رنگ سحاب      نور کا چہرہ ہو اور ظلمت کی ہے ہلکی نقاب

نور و تاریکی کا طمانیسی اک قہر ہے  
یہ وہ دو نقطے ہیں جن سے انقلاب ہر ہے

ہو غروب من کے ہنگام یہ نگہبان      ہو سیاہی اک طرف اور آل طوطی سخن بیان  
یوں سیاہی بڑھ رہی ہو تیز زیر آسمان      جسطرح کھربے ہو بالوں کا گام ہے ہر سخاں

مشرق و مغرب کے اٹنے میں کیا تاخیر ہے

ایک مینہ کی اک مینہ میں تصویر ہے

یہ غروب ہر کا منظر جو دل کو بھا گیا  
جس کو دیکھا تھا تارہ بھر نظر وہ آگیا  
کیا تاؤں کیا خیال آیا جو دل تڑپا گیا  
وہ گھر نہ تھا تصویر مٹ کے جس کو ڈھا گیا  
دل میں انہوہ خیال و رزنگی مشکل میں تھی

اک چمکتا ہے میں تھی اور آیت سے لپس تھی

آگیا جب اپنے مرکز پر تصور کا کمال  
اور مجاز ہی حقیقت کی یاد دل کا خیال  
دیدہ باطن سے آخر دیکھا یہ حسن و جمال  
سامنے کوئی کھڑا ہر دوش پر کھڑے بال  
کامیابی تھی تصور کی عجب مشکل میں تھا

سامنے موجود تھا جو کچھ کہہ رہے ہیں تھا

سامنے حضور کبھی سب سے پہلے تھے دل کے راز  
تھا کہاں یہ ہوش کر سکتا جو اتنا امتیاز  
یہ خیالات پریشاں بن گئے ہیں سوز و ساز  
کھل گیا رنگ حقیقت اور گیا رنگ مجاز

وہ کہاں اور ہم کہاں فیصلہ تھی بات تھی

بند آنکھیں جب کھلیں تو ابھی خامی ات تھی



# بھابھی کی سرگزشت

(۵۱ کے قلم سے)

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس رشتہ سے اونکی گھر والیاں بھابھیاں ہوتیں۔ جو سچ پوچھو تو یہ بھابھیاں بہت چل نکلی ہیں۔ ”سیکھ سیکھ پڑ سن سیکھ“ کے اعتبار سے بھائی کو جو جٹلین بنتے دیکھا تو خود بھی لیڈر بننے کی تیاری کر دی۔ بھائی نے ڈاڑھی مونچھوں کو نوچ کر ایٹائی لعنت کر پورین رحمت پر قربان کیا تو بھابھیوں نے زلفیں کتر کر اس آشیانے ہی کو داؤد جاڑا جیسے ہندوستانی بھائی کا طائر دل بسیرا لیا کرتا تھا۔ سب تو تھا ہی تھا۔ بھائی شری بیجامہ اچکن سے بیزار ہوئے تو بھابھیاں بھی ساری سے آزاد بھائی کو شرم کی وغیرت مذہبی سے بیباتی ہوئی اور بھابھی کو پرے سے۔

یہ آزادی اگر تعلیم کے بل بوتے پر ہوتی تو بھی ایک بات تھی اگرچہ اپنی تہذیب و معاشرت کو خیروں کا کر دیتا ہر حال فوجہ اگر پھر بھی خمیں یہاں کھانے کے دانت اور میں دکھانے کے اور اردو بچے کر کے پڑھتی ہیں اور دیوان غالب پر شری مصنائیں تحریر ہوتے ہیں۔ یہ کید نہر بھائی لکھ دیتے ہیں اور بھابھی قلم خود کا رسم لہہ کر لیتی ہیں۔ پرانے حکم کے نزدیک خلا تھا محال۔ اب یہ خدا کی بندیاں پردہ سے باہر آنے کے لئے ساریاں اندھ رہی ہیں۔ تو غیر تمدن ملت کو بدو میں جاٹھنڈ کے لئے کمر باندھنا چاہیے تاکہ دونوں جانب خلا نہ رہے اور تصویر کے دونوں رخ سلنے آجائیں۔ اتنی اندرونی حالات پر یہ مسلسل بکواس شروع کی جا رہی ہے اگر کسی بھابھی کے حالات سے مطابق ہو جائے تو چاہی اور ہمارے محلے والوں کی بلا سے کھنے والے مونڈی کاٹے ہمیشہ سے اول جلول ہوتے ہیں۔

(۱)

بھابھی کی شادی ساردا ایکٹ کے نفاذ سے پہلے چودھواں برس ہیٹ کا ڈاکر کر دی گئی تھی۔ اوکو پیکے والوں سے پکھڑے ہوئے یہ پہلا ہی مہینہ تھا، اگرچہ اپنے کمرے میں کھاتی تھیں بیٹی تھیں۔ کھیلتی تھیں۔ مگر مکان کے صحن میں جب نکلتی تھیں تو ڈیڑھ فٹ لمبا گھونٹ آگے نکلا ہوا اور میٹوں بیٹوں کرتی ہوئی۔

بھابھی بچے ایک دکان پر حساب کتاب لکھنے پچھپچھنے کے ذکر تھے اور بھابھی کے باپ بھی بالکل بھیا کے مہوڑی تھے مگر بھابھی نے شادی کے پہلے محلے کی شادی شدہ لڑکیوں سے دریافت کر کے ان تمام راحوں کو لفظ لفظاً بدھ لیا تھا جو ان کے



گڑیاں گھڑیاں پر چھوڑ دوں گی۔ بی جمن نے جو گڑا دیا ہو کیسا بانکا ہو۔ مٹی سی ڈبئی کیسی خوبصورت ہو میرے پردار گھوڑے کے لئے پھر پیا ایا کتے تھے کہ حضرت ام المؤمنین کے پاس بھی اس طرح کا تھا۔ اور انھوں نے بھی شادی کے بعد سسرال میں گڑیاں کھلی تھیں اور بچا بھی اپنے حکومت کی طرح اندازی میں مصروف تھیں اور دھرم مان سیدہ بیگم صاحبہ کو مبارکباد دینے میں پیشہ برمی کر رہے تھے سب سے پہلے بی جمن نے کہا لو دھرم (سیدہ بیگم) مبارک ہو امد نے تم کو اکیلے سے دیکھا کیا۔ ابھی بچہ بچہ کچھ کڑی ہے جس جہل کا ہو گی مڑ جائے گی۔ سال دو برس میں عمر سنجال لے گی۔ گرزرا دھاؤں میں رکھنا۔

سیدہ بیگم ہاں اب ہی سب کی دعا سے امد نے یہ دن دکھایا مجھ گنہگار کا منہ تو اس قابل نہ تھا۔ انشاء اللہ میرے ساتھ رہ کر دھرم سب کچھ جانگی میں ان عورتوں میں نہیں ہوں جو بھوٹی کو ہواؤں پر چھوڑ دیں۔

بھابھی اپنی حکومت کی فکر میں اتنا لگڑا لگا جلی تھیں کہ انھوں نے گنگو سنی بھی نہیں۔ اور یہ خیال بھی نہ کیا کہ اس گھر میں وہ ایک محکوم کی حیثیت سے آئے نہیں بڑھکتیں اور بیکے سے سسرال میں صرف دیا ہی تبادلہ ہوا جیسا بی کلاس سے سی کلاس میں سیاسی قیدی بھی جیئے جاتے ہیں۔

سیدہ بیگم نے جمن بی کے سوا اس قسم کی گفتگو کسی نہ کی تھی اور اب ایک ماہ اس شادی کو گزر چکا تھا اور بھابھی کے حکومتی منہ بے بندہ چکے تھے۔ مگر اب بھٹ تھا تیار تھا اعلیٰ درجہ میں تاخیر تھی۔ سیدہ بیگم نے نئی ٹوپی بھڑ فوراً حکومت کرنا اخلاقاً صحیح نہ جانا تھا اور ابھی وہ اپنی بھوکے ساتھ دیا سلوک کر رہی تھیں جیسے ایک مہمان کے ساتھ برتاؤ ہے بھاری کے مہاں سلطان احمد کسی کیل کے محرر تھے اور کو دس بچے کھری پہنچ جانا اور بیچے شام کو بستہ باکر گھر میں داپس نہ تھا۔ ناز کے لہجہ کھانے سے فرصت کرنا اور سو جانا جو کچھ ہاتھ پاؤں پہل کر پیدا کرتے تھے وہ سب سب سیدہ بیگم کے ہاتھ میں دیدیتے تھے گھر کے کام کاج سے مطلب نہ تھا۔ سیدہ بیگم ایک سگڑہ اور سلیقہ والی بی بی تھیں جتنک میاں کا پالنا تیلی سے پہلے نہ کھلے اور سو فٹ کٹ نہ نکھننا بھی گناہ جانتی تھیں وہ مینوں اپنا دل مارتی اور گھٹی کی بوڑھی گھٹی مگر میاں کے آگے وہ جیڑی روٹیاں مزید رکھتی۔

گھر کا سودا سلف میاں کھلا دیتے جو محلہ بھر سے اپنی اس خدمت میں ٹیکس وصول کرنے کے عادی تھے سیدہ بیگم نے بھوکے ساتھ خلاف قاعدہ یہ عمل مینہ سے زیادہ جاری رکھی گھر میں دن کو دال اور شام کو سالن پکانا تھا مگر بھوکے لئے بھاری ایک ترکاری مزدور بھون لیتی تھی۔ گھر میں مرغیاں ملی ہوئی تھیں ایک انڈیا ڈال دیتی تھی دو بھاریاں یاد دہاٹے بھی روٹیوں کے ساتھ ہوتے تھے سیدہ بیگم نے اس تمام خرچ کا بھٹ شادی کی رقم سے لہا کر لیا مگر اب شادی کا جالیوواں ہو چکا تھا بھاری نے پہلے ہی روز بسم اللہ کھنکھرج کو دال روٹی بھوکے کے سامنے رکھی۔ بھابھی نے ارہر کی دال پر نظر ڈالی اور فوراً پہچان لیا کہ وہی ہے جسکے میں دو دن وقت حاضر ہوتی رہتی تھی۔ تو بیکے کی بات اور تھی۔ اب کی کمائی تھی میں قیدی تھی۔ قیدیوں کو ایسی ہی ہزینا ملنا چاہیے۔ اب تو میری حکومت

کمائی کوئی خالی سسرے کی توہو نہیں اندر رکھے میرے مہاں کچیں روپہ مہینہ میں لاتے ہیں پھر وال کھائے مری بلا کر مہاں مہاں ملہ  
ابھی پورنی شرم گئی بھی نہ تھی۔ اس لئے بطور ہراسن پکٹنگ مہا بھی نے صبح کا کھانا ہی نہ کھایا۔ اور جب آخری بیگم نے پوچھا تو منہ  
بنا کر چپ ہو گئیں۔ سیدہ بیگم سمجھیں کہ رات کی غذا ہضم نہیں ہوئی نہ اسلئے ہونے کھا انہیں کھانا طاق پر سے چورن کی شیشی اٹھا  
ہو کر کمرے میں آئیں۔ اے دلوں کیسی ہو خدا نہ کرے پیٹ میں درد تو نہیں ہو۔ میں تم لوگوں کے معدوں کا خود ہی خیال کرتی ہوں  
کوئی مادی ترکاری نہیں کھاتی۔ لے پورنی کچھ ریاچ پیدا ہو گئے ہونگے تو یہ چورن کھا لو۔ بیٹی بڑا اچھا چورن ہو چاروں دنک بھی  
اس میں ہیں۔ کالانک دما زیادہ ہو۔ باقی سب ہوزن ہیں۔

بھابھی کو پہلے تو قصہ آیا کہ لوہو بڑی بی بی تھکتی ہیں۔ فوج درگور میرا وعدہ ایسا کیوں ہونے لگا کہ کھانا ہضم نہ ہو۔ مگر پہلے پہل  
کا معاملہ تھا اسلئے سر جھکا لیا سیدہ بیگم نے شیشی میں سے چورن نکال کر پورن بنا دی۔ بھابھی نے پڑا لیکر ہاندان میں رکھ لی سب سمجھیں  
کہ میرے سامنے کھاتے خیراتی ہیں اور ٹھکر چلی گئیں۔

دن بھر تو پیٹ کپڑے کپڑے گذری چار بجے سیدہ بیگم نے پکار کر کہا اے دلوں تمہارے سسرے کے آنے کا وقت قریب  
ہے بیٹا میرے بد تمہیں کو مگر سنہا لانا ہو آخری جوان ہو چکی کچھ دن کی دمان ہے پھر اپنے گھر بار کی ہو جائے گی بیٹا اپنے سسرے کا بھی  
خیال کر لیا کرو۔ وہ بھی خوش ہو گئے کہ اللہ نے یہ دن دکھایا کہ ہو پانکے رکھتی ہو بھابھی کا پیٹ کھرچ رہا تھا مگر کیا کرتیں۔ ابھی ہاندان  
کھولا۔ بھابھی کا ہان کیا تھا عریار کی زنبیل تھی بابوں کے موتی ویس لین کی شیشی۔ انگوٹھیاں چھلے مسی کی ڈیا تڈک کی  
پڑاں۔ چونکہ بھابھی ابھی تک نہ پا کر خود نہ کھاتی تھیں اور بھابھی کو عادت تھی۔ اسلئے الگ پڑیاں میں تبا کو بھی رکھی تھی، بھابھی نے پان نہائے  
گلوری موڑنا تو آتی نہ تھی۔ بیڑے بنائے اور تبا کو کے بجائے انم چورن کی چٹکی چٹکی ڈال ڈیا میں بندر آخری کو اشائے سے بلسر کی ٹٹالی  
سیدہ بیگم چلے کے پاس بیٹھی آخری کر پڑھاتی جاتی تھیں۔ اور آٹا بھی گوندہ رہی تھیں۔ آخری جیسے ہی اوٹھی  
سیدہ نے پوچھا ابھی سبق تو یاد نہیں ہو کہاں چلیں۔ آخری نے کہا بھابھی جان ہمارے ہیں یہ کمر لپک کر گئی اور بان کی ڈبیا  
ہاں کے بستر کے سرانے رکھ کر پھر آ بیٹھی اور پڑھنے لگی سیدہ بیگم جی ہی جی میں بہت خوش ہوئیں اتنے میں سلطان احمد آئے اتفاق  
سے اُنکے ساتھ ایک نئے موکل بھی ہزاروں کی طرح ساتھ تھے کسی صاحب کے مختار عام تھے سلطان احمد نے بستر طاق پر کھڑا کر دھر اور دھر  
دیکھا اور ایک ہاتھ میں پاؤں کی ڈبیا دوسرے ہاتھ میں موند ڈالنے ڈیوٹی میں آئے اور مختار صاحب کو موند سے پہنچا کر دھر اور دھر کی باتیں  
کرنے لگے مختار صاحب نے ڈبیا کھولی پان نکالا کھائے پان بردانت گئے ہی کالے نمک کی بو اور نمک کا ذائقہ معلوم ہوا مختار صاحب  
نے ہنسر کہا کیا آپ کے گھر میں مددے کی شکایت زیادہ ہو، پان بھائی گھری کی کمائی ہے شکل سے ہضم ہوتی ہوگی۔

دو بجے سلطان احمد کچھ مجھے نہیں جھانکے گئے مختار صاحب نے پان نکال دیا۔ اب سلطان احمد سر ہوئے کہنے لگے کو مختار صاحب

کہا پاؤں میں کچھ تھا۔ مختار صاحب نے فرمایا کچھ نہیں فقط اہم چرن ہے۔

سلطان احمد کو یقین نہ آیا۔ دوسرا بان خود کھایا۔ بچا سے تھے متوسط دست کے آدمی۔ مگر وہ بانی آنکی محلے میں مشہور تھی وہ بہت تھکی کو بڑا گلاؤ جانتے تھے وہ دیکھے کہ سیدہ بیگم نے چورن بنایا ہو گا اور پھر ہاتھ دھوئے بان بنائے گئے ہونگے انھوں نے تیسرا بان کھو کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ لگا نہیں ہے بلکہ چکی بھر لگا ہوا ہے۔ محفل کے رئیس نے جو نے ہر نایاں ہیں لب اکو خیال ہوا کہ سیدہ بیگم نے خلاف عادت مذاق کیا۔ لیکن یہ مذاق کیا جب مجھے بان لے کی ڈیا لیکر نکلتے دیکھا تھا تو کہوں: تبادید مختار صاحب تو چلے گئے۔ سلطان احمد گھر میں آئے بی وی سے پوچھا۔ بی وی کو حیرت ہوئی۔ وہ کہنے لگیں کہ وہ اس نے بان بنائے تھے۔ سلطان احمد سر جھکا کر چپ ہو گئے۔ مگر بچا بھی کی یہ پہلی غلطی تھی جو سسرال میں قابل گرفت سمجھی گئی۔ (باقی آئندہ)

## رنگ تغزل

(از جناب ہلال تراپوری)

یہ نہ سمجھو کہ نہ تھی دل میں تنہا کوئی      جب میرے حال کا پرہاں بھی تو ہوتا کوئی  
مجھ میں لب تاب نہیں ضبطِ غمِ فوقت کی      بیکو لے دو ہو جاتا ہے رسو کوئی  
خون کا قطرہ نہ ہا قلب جگر میں باقی      اشتہد کیج تری یا دست رو یا کوئی  
حاصل کشمکش نیست تو بنجائے مگر      میں جو جہاںوں تو ہو جائے گار سو کوئی  
دیکھ لے آخری چمکی مری شاہد رہتا      لیچلا چین کے مجھے مری دینا کوئی

جسکو آئے نہ کبھی اہل تنہا خیال

سمیوں ہلال اسکی کرے دل میں تنہا کوئی

# شاہی سرانصران

## آخری تاجدار اودھ کے زمانے کا ایک سچا قصہ

از ڈاکٹر السید احمد حسن رضوی ناظر و سلیتا پوری

جز نمسٹ

حضور کی سلامتی ..... دولت و اقبال کی بڑھتی ہو

حضور جاننا علم و ادب علی شاہ مرحوم شاہ اودھ بعد فراغت ناز جمعہ فسن پر چلے جائے ہیں۔ چاروں طرف اہل دربار ملتے کئے ہیں۔ سینکڑوں مرد و عورت اپنے نیک و محبوب بادشاہ کے دیدار کے مشتاق نظر آ رہے ہیں۔ شرک کے دونوں کٹاروں پر فیروز مسکینوں تینوں پرواؤں کے ٹٹ کے ٹٹ لگے ہیں۔ ہزاروں روپیہ خیرات ہو رہے ہیں۔ شرک سے کچھ دور محل کر خلافت معمول ایک ادھیر عمر عورت جو نہایت کریمہ النفس تھیں اور بد صورت تھیں گو میں ایک مہینہ کا بھی نہیں کچھ دنوں کا بچہ دے کر لڑیاں دے کر بلارہی تھی حقیقت جاننا علم کی سواری نزدیک پہنچی تو منہ بھی آہٹ نہ کرنا مہینوں کی طرح دعائیں دینا شروع کر دیں۔

حضور کی سلامتی ..... دولت و اقبال کی بڑھتی ہو

اس نے کچھ عجیب انداز میں اس فقرہ کو کہنا جاننا علم کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ بادشاہ نے اس عورت کو کچھ کر لوگوں سے پوچھا۔ کیوں کیا یہ لڑکا اسی کا ہے؟ مصاحبوں نے جواب دیا۔ جہاں پناہ یہ اسی اندھی بڑھیا کا لڑکا ہے جسے پیدا ہوئے ابھی دو ہی چار۔ ۱۰ ہوئے ہیں۔ یہ لڑکا جاننا علم سزا با غرق تھیر ہو گئے۔ ان کو تعجب تھا کہ کیا دیے میں ایسے لوگ بھی ہیں جنکی نظر انتخاب اس بد صورت کو یہ نظر اور بدتر عورت پر پڑ سکتی ہے انھیں خیالات میں غلطان فہمیاں بادشاہ محل میں ہو چکی۔ اور مزید تحقیقات بھی کر لی کہ اس کا کوئی شوہر نہیں ہے۔

علی رضا خاں کو قوال شہر کوئی معمولی مہستی نہیں تھی کم از کم اودھ کے امن و امان اور بوس کے نظم و نسق میں اسے اتنا ہی دخل تھا جتنا کہ ایک قوال شہر کو ہونا چاہیے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر بادشاہ نے فوراً علی رضا خاں کو قوال شہر کو طلب کیا اور نہایت سخت لہجہ میں کہا کہ تعجب ہے کہ علی رضا خاں کے زمانہ میں یہ قیامت باہو جکے وقت میں ساری ساری راتوں شہر کے دروازے کھلے پڑے رہنا کوئی بات ہی نہیں بہت جلد اس کا پتہ لگاؤ۔ ورنہ گردن مار دی جاوے گی۔ آٹھ دن کی مہلت دی جاتی ہے۔ یہ سن کر

علی رضا خاں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ حواس باختہ ہو گئے اور سوچنے لگے کہ یا الہی میں کیسے اسکا بہتہ لگاؤں کچھ سمجھ میں نہیں آتا خداوند عزت و ابرو اور جان تیری امان میں ہو۔ یا امام رضا علیہ السلام علی رضا پر اپنا سایہ رکھنے پر غرض حیران و پریشان ہو کر دل گلیوں گلیوں کی خاک چھانتے رہے کہ شاید کچھ سراغ مل جائے۔ بڑھیا سے پوچھا۔ اس نے کہا میں اندھی عورت ہوں مجھے کچھ نہیں معلوم کوئی صورت اطمینان کی نظر نہ آئی بلکہ دین بدن پریشانیوں میں اضافہ ہوتا گیا۔

سداون بجا دوں کا لطف جو اور دوسری کسی زمانہ میں تھا دنیا کے کسی خط میں وہ بات نہ تھی۔ کج جمعہ کا دن ہے سہ پہر کا وقت آچکا ہے۔ سارا دن آفتاب منہ چھپائے رہا۔ بارش کی شدت بھی ابھی ٹھٹھکی ہی حالت ہے پانی کی بجلی بجھ کر پڑ رہی ہے۔ بادل نہایت سیاہ سیاہ اٹھ رہے ہیں۔ کونوں کی کوکھ پر پیڑ کا شور بجانا عالم کا زمانہ اُت قیامت اسوقت چھتر منزل کی بہار میں اپنی قیمت دنیا میں جنت کا لطف ہو۔

اٹھ دن کون بہت بڑا زمانہ تھا جمعہ جمعہ آٹھ دن ہو گئے ہاں چند گھنٹہ باقی ہیں علی رضا خاں کی موت کا وقت آ رہا ہے اب کوڑا ل شہر کی گردن ماری جائیگی۔ لیکن علی رضا خاں کا بہت درہنقاں قابل تعریف ہو علی رضا خاں ایک گلی میں چلے جا رہے ہیں پانی دروں میں برسے لگا دیں آگے بڑھ کر ایک سا بجان کے نیچے کھڑے ہو گئے کہ پانی قلم جائے تو باہر نکلیں۔ وہاں اور بھی کسی اجنبی کھڑے تھے۔ جن میں سے ایک ذاب صاحب نے جیب سے بڑا نکالا اور ڈلی و تبا کو کھا کر کھا کھا یا لیکن چونکہ چوڑے سوکھ گیا تھا اسنے چپ کی ڈیا تو اسی سا بجان کے پٹے کے نیچے کر دیا جس سے اس میں پانی بھر گیا اور ذاب صاحب نے نوش فرمایا۔ علی رضا خاں کو ذوال کی ذہنیت اسوقت بالکل سرسحاق نیوٹن کی سی ہو گئی تھی انھیں اسکا بھی کھوج ہو گیا کہ اس نے ایسا کیوں کیا لیکن بہت ہی جلد او کو اسکا فیصلہ کرنا پڑا کہ طبیعت کی عفویت اور گندگی اسی کا نام ہو اور اسی ہی طبیعتیں ایسے نتیجے اور گندے حرکات کی مرتکب ہوتی ہیں۔ کیا عجب ہے کہ اس گندے ذاب نے اس بڑھیا پر عنایت کی ہو۔ خیال ہی نہیں بلکہ انکی گندی طبیعت سے مجھ کو یقین ہے کہ یہ وہی شخص ہے کہ جبکا لڑکا بڑھیا کی گود میں تھا۔ اس اچانک درلقین آحیر خیال نے علی رضا خاں کو اس پر مجبور کر دیا کہ کروہ انکو گرفتار کر لے۔

علی رضا خاں نے ذاب کو گرفتار کر لیا اور ساتھ لے آئے۔

گندے ذاب کو حوالات میں مقید کر کے علی رضا خاں فوراً بڑھیا کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ اسکی عقل و شناخت کے متعلق کچھ بتا سکتی ہے۔ لیکن اس نے بنیائی کا ہڈ کر لیا کہ آواز سے شناخت کر سکتی ہوں علی رضا خاں نے فوراً تلنگا بھیج کر ذاب صاحب کو بلوایا کہ کیا آپ اس بڑھیا کو جانتے ہیں۔ انھوں نے ہنسی آواز میں اٹھ کر لیا۔ بڑھیلے آواز سنتے ہی کہا کہ ہاں یہی تھے اب کیا تھا

علی رضا خاں کو اپنی عظیم الشان کامیابی پر جس قدر مسترت نہ ہو تو ٹری ہے۔ نواب کو کو توالی لے آئے اور بڑھیا کو بوا بھیجا اور اس کے آنے پر اس سے کہا کہ آج جاننا لگے کہ سانسے تجھے کتنا پڑیگا۔ وہ رضی ہو گئی اور شام تک ٹھہر کر دربار میں حاضر ہوئے کا حکم دے کر چلے آئے۔

شام کو جان عالم جب مقربین خاص میں تشریف لائے تو حسب الحکم اذکر بڑھیا کا قصہ یاد دلایا گیا اور کوتوال کی حاضری کا حکم دیا گیا۔ کچھ دیر کے بعد علی رضا خاں معہ بڑھیا اور نواب صاحب کے حاضر دربار ہوئے۔ نواب صاحب کو باہر ٹھہر کر شرف بازیابی حاصل کیا اور جان عالم کے سامنے حاضر ہوئے بادشاہ نے بوجھا کہو علی رضا خاں کچھ سرائے ملا علی رضا خاں نے جواب دیا کہ حضور کے اقبال سے چہ لگایا۔ اگر حکم ہو تو حاضر کروں۔ بادشاہ کے حکم کے موافق نواب اور بڑھیا حاضر کئے گئے اور بڑھیا کے بیانات لینے پر معلوم ہوا کہ نواب صاحب نے اسے کچھ دیا بھی تھا۔ بادشاہ نے نواب کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ کہو بڑھیا سچ کہتی ہے۔ نواب کی آنکھیں شرم سے جھلک گئیں اور صداقت کو فتح ہوئی۔

بادشاہ نے انھیں نہایت غیرت دلائی اور اس بچے کو اپنے سپرد کر کے اس کی پرورش و تعلیم وغیرہ کا حکم دیا۔ پھر علی رضا خاں کی طرف مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ تم نے سرائے کیوں کر لگایا۔ کوتوال نے سارا قصہ کہہ سنا یا جسکو شکر بادشاہ اس کے عجیب غریب ذہنیت سے بہت متاثر ہوا اور بہت کچھ انعام و اکرام اور نعت عنایت کیا۔ یہ تھا ایک عاقل حکمران اور دھوکے زانہ کا معمولی چکر۔

## مایوسی کی ضرورتیں

لگے آج کل ہزاروں ضرورت مند ہزاروں قبضہ نہا جاتے ہیں تو ہمارا عمل ہزاروں گلیے کی تہمتیں ہیں روپیے

ہمارے ذریعے ہزاروں قبضہ نہا جاتے ہیں تو وہ روپیہ ہمارے جھوٹ کوئی لفظ نہیں ہے عداوت کے ایک نہیں چھوڑتے

قبضہ ہر کسٹاؤ کی قیمت ہمارے ہونے اگر ہمارے قبضے ہوتے ہوں تو وہ ہونے اور عمل جب انہیں کی قیمتیں

روپیہ فی عمل لیا ہوا ہوگا۔ المشتہر سید مراد حسین ناظم بخاری نے کہ مہوئی پھانک لکھنؤ



# مرحوم دوست!

(ابرجناب محمود حسن صاحب جنوری)

مجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جانے پر غلے آؤ! تجھ کی معلوم کرتی؟ قابل برداشت جدائی میرے لئے کقدر روح فرما ہو گی ہے۔ تجھے گزشتہ دس برس میں جو گئیں لیکن تیرا غم مٹا دیا اب اتنا ہی اٹکھارا اور بقیہ راس ہے۔ ظاہر پرست دنیا تیرے دہے۔ اس کی ذہنیت قابل تضحیک ہے۔ اس کے طرز عمل کی تقلید اس "دیوانہ" گفت کے لئے محال۔ ادھر کوئی فنا ہونے والی تھی اس دنیا سے اٹھی اور وقتی جوش و خروش کی وہ فرادانی ہوتی ہے گویا مرنیوالے کا غم ہمیشہ بوجھ مٹا دیا گیا۔ کوئی اس کی موت "اوقت موت" بتلاتا ہے۔ کوئی اس کے دارِ ابا بامدار سے گزرنے کو "قوی" نام سے تعبیر کرتا ہے۔ کسی کی رائے ڈری ہوئی ہے کہ "اس کی تلافی نہ ہو سکی گی۔ بیشک ایک ممتاز ہستی اٹھ گئی۔ اخبارات کے کالم کے کالم چند دنوں تک مرنیوالے کے نو غم سے سہا کر دئے جاتے ہیں۔ اس کے طبعی کا زمانے مختلف رسائل میں سربے جاتے ہیں۔ پس اندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ کوئی روشن خیال اس امر کا محک ہوتا ہے کہ اس کے علمی مضامین عالمانہ سطح پر اس کی تعلیمات و تصنیفات جلد سے جلد مدوں اور مرتب ہو۔ مستقل یادگار قائم ہو مگر منکسب کچھ ہوتا ہے اور اس کے بعد کچھ بھی نہیں۔ یادگار قائم کرنا تو درکنار۔ نام بھی بھول کر نہیں لیا جاتا اور کیوں لیا جائے۔ ممتاز ہستی اب معدوم ہستی ہو۔ یہ تو محض دنیا والوں پر اپنی نااہلیت کا سکہ چلنے کے لئے۔ ہنسی روشن خیالی کا بغاوت دینے کے لئے مرنیوالے کے متعلق اخبارات اور رسائل میں اتنا بھی لکھ ماما۔ یہی کیا کیا۔

میرے دوست! کہنا کیا تھا اور کیا کہہ گیا حقیقت تو یہ ہے کہ محبت کے زنجیروں کے احساسات بد ہوتے ہیں۔ میں تجھ سے ایسے لوگوں کی شکایت نہ کرتا۔ اگر این بیدردوں نے اپنے خشک فلسفہ اور اپنی نام نہاد ہمدردی سے میرے زخموں پر نیش چھڑکا ہوتا۔ میں تسلیم کرتا ہوں یہ سب اس لئے کیا گیا کہ تیری "اگوار جدائی میں میری غلگلیں فضا مبدل ہوسرت ہو جائے۔ لیکن یہ کہاں کی انسانیت ہے کہ تجھے بھول جانے کے لئے مجھے یوں سبق پڑھایا جائے۔ کارخانہ عالم یوں ہی ہمیشہ سے جاری ہے۔ کوئی رہے یا چلا جائے۔ دنیا کا رنگین اجتماع کم نہیں ہوتا کیوں مصروف نیوں ہو۔ خیال تو کہ زندگی کے بیٹھے ہی کیا کم ہوتے ہیں۔ فکر دیندہ فکر عاقبت اور بھرانہ دونوں کے تحت ہزاروں جھیلے۔ آخر اس کا صلح بھی تو ہونا چاہیے تھا۔ مرنیوالا کشمکش زمانہ سے گذر چکا ہے سیرینج و مین اس خراب سے چلے۔ کیا ادا چھو گیا شکوہ بیکار۔ رنج و غم عبث۔ اب اسے ہمدرد اور رفیق کہہ کر اپنے اس عشقِ نظرتِ نفس کو ملا کر۔ ابی العاد کا عمل تھا غلط ہو۔ رفیق ہو یا مونس۔ محترم ہو یا عظم۔ یہ سب ظاہری الفاظ ہیں جبکہ مطلق زندگی کے دم واپس تک ہوتا ہے اور اس میں۔

میرے محبوب! بارِ خیال ہوا کہ ان مفروضہ ہمدردوں سے بوجھوں اگر دنیا فانی ہو تو کیا اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہو کہ اسکے رہنے والے بیروت ہوں۔ ظلم ہند ہوں۔ لیکن نہیں میں نے دیکھا کہ غموشی ہی میں مضر ہو کہیں اپنا زمانہ خانہ ہو جائیں۔ اور ”مردہ ہند“ کا خطاب دیکھ میرے اس مجبور دل کو زیادہ صدمہ پہنچائیں۔ جبے انسان غم سنانے میں یہ تلخ اور ناگوار نصیحتیں سننا بڑھیں تو یہاں نے طے کر لیا کہ اب غموشی ہی میں بہتری ہے تیری دلداری محبت و دلجوئی کا انسان نہ کہوں۔ واردات محبت کی ذرا سی تفصیلات سنا کر ان نازک مزاجوں کی سیماسخ خراشی ہو گئیں۔ ہاں میں نے اپنا انداز غم تبدیل کرنے کا ارادہ کیا خواہ مجھ ایسے غور سے کے لئے ضبط الفت کتنا ہی۔ دشواریوں نہ ہو۔ میں ان کی موجودگی میں اب آہ و زاری کروں میں تجھے اوس وقت جی بھر کر سونوں جب میری گریہ و زاری کا کوئی ٹکڑاں نہ ہو۔ کوئی منع کرنے والا نہ ہو۔ کائنات پر عام سا اچھا یا ہو۔ سونے والے مست و بے خبر ہوں۔ سماعت دانت میں جلد پہ اور بصارت عالم خیال میں محدود ہو۔

اپنا درد دل کس سے کہو۔ زانہ والے آدہ جو رہیں۔ اب تک اگر مجھے داستان غم سنانے سے منع کیا جاتا تھا۔ اب میری غموشی پر طرح طرح کے حاشیے چڑھنے لگے۔ طے کیا گیا کہ اس افسردہ دل کو تنہا نہ چھوڑا جائے۔ اسکے حرکات و سکنات کی کافی نگہ رانی کی جائے۔ لہے خاموش رہنے دیا جائے۔ مختلف مناظر دکھائے جائیں۔ تفریح کرائی جائے تاکہ طبیعت کا دھماکا بدل جائے آہ! میرے پاسنے والے کتنا اچھا علاج تجویز ہوا۔ کیا کہوں تجھ سے کہ انکی اس ناگوار شخصیت سے مجھ سوختہ جگر کو کتنا صدمہ پہنچا۔ آہ میرے لئے میرا درویشی کا لٹنا ہے۔

آخر مجھے لب ساحل لپکا کر پہنچا ہی دیا۔ ذرا دیکھ تو یہی تیرے اس درد رسیدہ کے ساتھ کتنا ناقابل برداشت ظلم کیا گیا مجھے ہنسانے کے لئے نہیں بلکہ رولانے کے لئے پر لطف مناظر دکھائے گئے۔ ہاں اوس وقت دریا کی ستارہ لہریں پر کیف انداز سے جاری تھیں۔ آفتاب کی سنہری شعاعیں اوس کی ستلاطم اور بقیارسط پر مینا باری کر رہی تھیں۔ اذریں شعاعیں دریا کے دامن سے اپنا گرا ہوا سونا چن رہی تھیں۔ فضائے بیبط کا سال و لغوب ہوا کی رفتار ستارہ شفق کی سرخی بادہ زیر۔ اوس وقت میں نے چاہا کہ نظیر خیال ایسے دلکش منظر کو دیکھ کر میرے لئے سوانہ برقع کا باعث غم نہ بنے میں بغیر تیرے تنہا محسوس نہ کروں لیکن آہ! میرا زور دل پہنچ گیا۔ ضبط محبت کے عزم بالہزم میں نکالیاں ٹھکت ہوئی۔ میری ظاہری ستانت اور سنجیدگی خاک میں مل گئی۔ نہج سے ضبط نہ ہو سکا۔ اپنی غمناکی اور محبوبی مجھے جیتا تھتہ یاد آگئی یاد کے ساتھ ہی آنکھوں سے نہ تھکنے والے آنسو جاری ہوئے دل تڑپ گیا۔ مجھے یاد آگیا کہ انھیں ایام برشکال میں اس مقام پر آتا ہوا اپنے قہقروں سے میرے افسردہ

دل دروغ میں نئی رچی بھونک دیتا۔ افکارِ زمانہ کلیتہً نیست و نابود ہو جاتے۔ لا قدرت کی ہلکا ریوڑی کی طرف مجھے متوجہ کرتا تو مناظرِ قدرت کا دلدادہ تھا!

دلکش مناظرِ قدرت کے شیدائی! تو کہاں ہے۔ مجھے کہاں تلاش کروں۔ کاشخِ اس دردِ انگینہ  
 سانحہ کے وقت تو میرے پاس موجود ہوتا۔ میرے دلِ ناصبور کو تسکین دیتا —  
 ”گذرے دوست! بوقتِ بہار کی ہمنوائی کرنے والے کوئی اور ہونگے۔ ان ناکام آنکھوں کو ایسے جگر  
 خراش سنٹر کی تاب کہاں۔ بیدار دنیائے تجھے مجھ سے چھین لیا۔ لیکن تجھ ایسے محبہ وفا کی یاد میرے دل سے فراموش  
 نہیں کر سکتی۔ اور نہ اس سلسلہٴ کلام کو منقطع کر سکتی ہے۔ تیری تصویر ہمیشہ پیشِ نظر رہیگی۔

جانے ولے! تیری جدائی نے زندہ درگور کر دیا۔ مجھے ٹھنڈے دل سے مشورہ دیا جاتا ہے کہ تیری تلافی کسی  
 اور دوست سے کروں۔ شاید ان اداؤں کو معلوم نہیں کہ ہر شخص کی زندگی میں اُسے صرف ایک ہی دوست ملتا  
 ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے۔ جب کسی کے تعلق سنتا ہوں ”او کا حلقہٴ احباب بہت وسیع ہے۔ انکے دوستوں کو نہ پوچھو“  
 اس پر طرہ یہ کہ بعض حضرات خود بھی طفلانہ تفوق کے طور پر اسکا اعلان کرتے ہیں۔ اس مشورہ کو احسان سمجھوں یا  
 ظلم۔ تجھے جدا ہونے سے عرصہ ہو گیا۔ بائیں ہمہ مجھے تو اب تک کوئی ایسا نہ ملا جو دردِ دل کا درماں کرتا اور تیری تلافی کر دیتا۔ اس  
 وسیع معنِ عالم میں مجھے تجھ سے نا مخلص اور با وفا نہ ملا۔ اور ملکر کیا کر گچا۔ مجھے آرزو نہیں اور نہ اسکی تمنا۔ اس داغدار دل میں  
 نہ اب تجھ پر محبت کا دلولہ باقی اور نہ اس سوختہ جگر کو قرارِ محبت کی تاب۔ آہ تم کیا گئے ہمیشہ کے لئے میری مسرتوں کو  
 اپنے ہمراہ لیتے گئے۔

ذوقِ خاش بجا ہے نہ اب وہ مذاقِ عشق  
 دینا دل گئی دل دردِ آشنا کے بعد



# محرنگی منزل

از حضرت امیر خسرو دہلوی مرحوم

امیر خسرو ہندوستان کے وہ ایہ ناز شاعر گزریے ہیں جنکی سحر ازیوں نے ادب پر دو راہ راہیوں کے  
سر تسلیم خم کرائے۔ یہ غزل انکی غزلیات کا شاہکار کسی جانے کے قابل ہی جنے اردو شاعری کا بیج دیا۔  
اردو شاعری کی نوکری پیدا ہوئی۔ اسکی ابتدائی شکل کیا تھی یہ اسی غزل میں فارسی ہندی کی عروسی دیکھنے سے  
پتہ چلتا ہے کہ امیر خسرو نے کس غزلی سے نقش اول بنایا ہے (ایڈیٹر)



ز حال سکیں مکن تغافل دے نیناں بے بیاں کہ تاجے اس اندام بجاں یہو کاہے لگائے چھتیاں  
شبان ہجران را نہ چون لف روز و صلت چہ عمر کوتاہ سبھی بیا کو پیش بکھوں تو کیسے ٹوں اندھیری تیاں  
یکایک دل و شہیم ہما و بصد فریم ببرد تکیں کسے بڑی ہی حجاب بنائے پیامے پی کو ہتاری تیاں  
چشم سزاں چو زو حیراں زہر آن دگشتم آخر زیندینا نہ رنگ عینا نہ آپ دس نہ بھیجیں پتیاں

بحی روز وصال لبر کہ دار مارا فتر خسرو

سیت سنے دے راکھن جانے پاؤں پاک کی کھتیاں

# اتحاد شاہ غریب خان یا حسین آباد سیتا پور

(از نشاط لکھنوی)

جناب مرزا امراؤ بیگ صاحب عشق لکھنوی کی حال سیتا پور

ہمیں راجہ میں سجدہ کیوں قید مکان کرتے  
یقیناً ترک ہستی سے در مقصود ہا معتبر آتا  
نہ پوچھو گھر سے کس مور سنگ ہم خود دار بھلے ہیں  
نہ تھی اک بوند تن میں خون کی نادار ایسے تھے  
جناب عشق انکا آستان ہم کو نہ جب ملنا  
یہ تھی تحصیل حاصل گزشتہ آستان کرتے  
اگر ہم بے نشان ہو کر تلاش بے نشان کرتے  
ہمیں اب شرم سی آتی جو ذکر آشیان کرتے  
کسی کا تیر کو کڑو دل میں اپنے مہماں کرتے  
جس کو اپنی وقف سجدہ پائے بیاں کرتے

جناب وجاہت حسین صاحب لقی انجام سیتا پور

جدائی کا اگر دلچسپ قصہ ہم بیاں کرتے  
دہاتے بھی تو کیا ہم نزع میں حالت بیاں کرتے  
اثر ہوتا نہوتا اک ذرا تسکین ہو جاتی  
کئی افسانے ایسے تھے کہ جو بچپن کر دیتے  
تھارہ عشق میری بیخودی کا راز کھل جاتا  
سکون دل کی ہجر گزری ہوئی دنیا بٹ آتی  
یقین ہو میند شب کی آپ ندر دستان کرتے  
مگر آنکھوں کو آئینہ بہ کسے شمع داستان کرتے  
فسانہ درد دل کا آپ سنتے ہم بیاں کرتے  
بیاں کیا ختم تک ہم تم سے اپنی دستان کرتے  
مزاج تھا کہ دیوانہ بست کر امتحاں کرتے  
تو ہم بھی اعتبار انقلاب آسمان کرتے

جناب حکیم آفاق حسین صاحب بیدار سیتا پور

ہم اپنی آؤ سوزاں کا اگر اونچا دھواں کرتے  
نہ پوچھو بہد مو کچھ خانہ بربادی کا افسانہ  
بہج جاتے کہیں تو بیٹھے اٹھتے سیر منزل  
اسیر آؤ کچھ ہو مشغلہ رونے رلانے کا  
زمانہ بھر تولے بیدار تھا بیدرد نظروں میں  
تو پیدا اور زیر آسمان اک آسمان کرتے  
جگر میں ہوک سی اٹھتی ہوئی آشیان کرتے  
اگر کچھ رہنمائی نصیحت پائے رنگاں کرتے  
بہت جی چاہتا ہو کچھ ذکر آشیان کرتے  
بیاں ہم کس سے اپنے درد لگی داستان کرتے

## جناب لی الدین صاحب لی سیتاپوری

ہر کیونکر شک کے ہم لے دل تلاش لامکاں کرتے  
زمانے بھر کو گردشِ نئی قیام آخر کہاں کرتے  
بھگو ہوئی حسینو کو تو دستِ رعاشقان کرتے  
دغا آتش کیونکر وفا کا امحاں کرتے  
ملی فرصت نہ ہو خودی سے عمر بھر دور  
زمین دل کے ہر ذرہ کو ہم اک آساں کرتے  
گیا دل بزمِ جداں میں یہ غفلت مرنے بجائی تھی  
ہوئے تھے بگاں جس سے ہو سکا باہاں کرتے  
چلے ہیں ٹھوکر س کھاتے دلی اوقات منزل  
کوئی حد بھی ہو کب تک انتظار رواں کرتے  
جناب منظور احمد صاحب نظر ملازم بند و بست سیتاپوری

دباں زخم سے پیدا زباں لے ہم زباں کرتے  
خوشی میں زباں بے زباں سے ہم فغان کرتے  
مقلد کچھ خوئی جو اوی پر گر پڑی بجلی  
ارادہ جب کیا اس شاخ پر ہم آشیاں کرتے  
یہ بھڑا میں تھا کہ آبد با منزلِ غنم کے  
ترکب تک تعاقب لے غبارِ کارواں کرتے  
وہ گل گشت انکی شرفاں بھی کیا قیامت تھیں  
مباشر اسی ہو اپنے میں آشکِ پیاں کرتے  
جو منظور نظر تھے لے نظریں دور نظروں سے  
یاراں جو انھیں آنکھوں کی اپنے چلبیلن کھتے

## جناب عزیز الحسن صاحب عزیز خوجہ طالب علم درجہ ہمراہ اسکول سیتاپوری

پس مردن جاتے لاش پر میری تو سنہ رما  
نہیں لازم نہ تقایید ہو کر سونک جاتا کرتے  
نشانِ قبر بھی اترو کہیں دھونڈی نہیں ملتا  
سوا اسکے کہاں تک سپ بھونے نشان کرتے  
بوقتِ پنج الیس پر ہمارے تم جو آجاتے  
ہم ایک جگہ جیسا کہ تم اپنی دلتاں کرتے  
جناب محمد عیسیٰ صاحب ضوی۔ نائب صدر و اعلیٰ شی ٹولیس کلکٹری سیتاپوری  
نکرتے تیرے ہم ہم ٹھکانا تو کہاں کرتے  
جہاں تیرے نہ کرتے حال تو کس سے بیاں کرتے  
پہنا غفلت میں کچھ ایسا اعلیٰ اپنا ہستی کو  
جواناں بکریں بہا صفت کرو بیاں کرتے  
خبر کیا تھی کہ اشکِ غم کی تم بھی قدر کرتے ہو  
یہ سب تھے تو ان جیشوں سے ہم دیاواں کرتے  
گدیں نہ گت نہ کھلے ہیں غفلت کس کی  
دراہت جو اپنا راز خود دلوں بیاں کرتے

جیتا تھے تو خود گریہ کتلے تھے بزمِ ہستی میں

گر جاتے ہیں خوش خوش جہر و کر سبک فغان کرتے

### جناب ممتاز حسین صاحب - مخضر سیتاپوری

گذشتہ آفتوں کو ہم کسی سے کیا سبیاں کرتے      ہناں عہد ہو گئے تھے دغ انھیں کیونکر عیاں کرتے  
مقدور میں لکھا تھا حشر کے دن دیکھنا اور کھا      اب اوکو دیکھتے یا داستان غم بیاں کرتے  
محبت ہم نے اُن سے کی انھوں نے ہکوڑا پایا      کس اتنی بات تھی اسکو کسی سے کیا بیاں کرتے  
جنھیں راحت نہ حاصل انھیں تکلیف کا کیا ڈر      بہار آئی تو ہم اندیشہ مفضل خزاں کرتے  
اگر معلوم ہو جاتا کہ وہ اپنے نہیں ہوں گے      تو مخضر عمر اپنی مفت میں کیوں رابگیاں کرتے  
جناب پنڈت ترن نرائن صاحب - عرش لکھنؤی سبٹ پٹی انسپکٹر مدارس سیتاپور  
ترپتے لوٹتے کچھ ہم نہ فریاد و فغاں کرتے      اک آہ سو کے پردے میں راز دل عیاں کرتے  
مرے قلب و جگر کی بے بسی پر اک ہمتاں کرتا      یہ ناکام محبت مل کے جب آہ و فغاں کرتے  
نہ جانے کون سے شکوے تھے جو پیش جہاں کرتے      وہ آئیں سامنے میرے ذرا مجھ سے بیاں کرتے  
سمجھتے گزرا میگا سرباز روہ یوسف      ہم اپنی خاک کو کیوں نذر گرد کارواں کرتے  
ہناں ہیں خاک کے پرے میں کیا کیا حسن کے جلوے      کہاں قدرت گلوں میں ہم کو وہ انکو عیاں کرتے  
تعلیٰ کی نہ لوئے عرش بس خاموش ہو جتاؤ      رموز ہستی سو جو ہم کو ہم کیا بیاں کرتے

### جناب اقبال بہادر صاحب - طالب سیتاپوری

ہکا ہوں کو ہکا ہوں سے لڑا کر امتحاں کرتے      وہ دکو ایں اداسے نیم بسمل پنجاب کرتے  
چلا اچھا ہوا الفت میں چشم دل کو رو بیٹھے      کہ فاش اک دن ڈھکا پردہ ہی بجھاناں کرتے  
دیئے جوتے ہیں بھی دیدہ دل حق نے پتھر کے      تو ہم بھی بے دھڑک نظارہ حسن بتاں کرتے  
وہی شاہ وہی ثالث وہی حاضر وہی ناظر      کسی کو کس لئے ہم آنکے اپنے درمیاں کرتے  
کھلے ہیں سبز و گلہائے خود ہو کے چمن ہر سو      کسی دن آپ بھی سیر مزار بکیاں کرتے  
بیاں جوتا جوب سے عیاں وہ آنکھ سے ہوتا      بھانے کس سے دل کا راز کو راز داں کرتے

### جناب سید ابن حسن صاحب نشاط - لکھنؤی

یہ دل پتھر نہیں ہے جب تو کیوں ضبط فغاں کرتے      مذاق عشق کو رسوا کہاں تک مہرباں کرتے  
تفسر میں تھے نظر کیا خاک سوئے آشناں کرتے      رہا ہوتے تو ٹوٹے بازوؤں کا امتحاں کرتے

ستارے جھلکاتے چاند ڈوبنا شب ہوئی آہستہ  
بھکر خاک کے ذرے جنہیں ہمال کر ڈالا  
اٹھے میں چارہ گرالیں سے کچھ سڑگوشیاں کرتے  
کوئی سنتا تو یہ افسانہ ہستی بیاں کرتے  
جس ہوتا تو خود برباد اپنا آسماں کرتے  
سنا ہو حال کچھ موتی کو ترک ترک کر بیاں کرتے  
نہیں تم سنے جب تھے تو پھر کس پرگیاں کرتے

جناب مولوی عبد المجید صاحب - حمید بنارس

نہ قصہ مختصر کرتے نہ بند اپنی دباں کرتے  
ہمارے ٹکڑے کر کے تم ہمارا امتحاں کرتے  
کسی کی داستاں ہوتی وہ سنتے ہم بیاں کرتے  
بھلا ہم اور تم سے امتیاز جسم و جاں کرتے  
جنوں ہوتا نہ ہم دامن کی لپٹے دھجیاں کرتے  
تو ہم اصلی وطن جانے کی اب تاریاں کرتے  
خدا کا نام لیتے اب نہ تم ذکر بستاں کرتے  
حمید اب کام آخر ہے حمید اب عمر آخر ہے

زعلی ادبی - تفریحی ماہوار رسالہ

صَفِیق

زیر ادارت حضرت مولانا آغا رفیق صاحب بلند شہری

پابندی کے ساتھ ۸۰ صفحے پر دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ شائع ہوتا ہے قیمت سالانہ پیر  
ارشاد کے افسانے پڑھنے میں بیٹے میں بل ڈال دینے والے تفریحی مضامین سے لطف اندوز ہوتا ہے۔  
کیف آور تازہ غزلیات اور نظمیں ملاحظہ کرنی ہیں تو سب سے پہلی فرصت میں رفیق سنگا کر اپنا رفیق  
بنائیے۔ رفیق آجینٹوں سے بھی مل سکتا ہے

اشہار دہندگان فیصلہ ذریعہ خط و کتابت کریں۔

منجمر سالہ رفیق بلند شہر۔ یو پی



# چار ضروری کتابیں

## تذکرۃ الصحابیات

رسول اسلام کے ازواج و بنات و قرابہ و عورتوں کے سوانح حیات بالتفصیل اور شرح لکھے گئے ہیں۔ قابل مصنف نے اپنا طرزِ تحریر سے اپنی قابلیت کا دورِ انبوت دیا ہے۔ یہ کتاب ہر شہرِ یقینہ گھرانے کی عورتوں کے لئے بوجہ ضروری ہے۔ اس کا حجم ۳۰۰ صفحہ کا ہے سائز ۶×۱۰ ہے قیمت صرف چار روپے علاوہ محمولہ ڈاک۔

## سید گل

مصنفہ حضرت لسان الشعر املا نامہ عرف کفوی۔ یہ بارہ نظموں کا بے نظیر مجموعہ ہے جن میں کہ ہر نظم اردو سے ادب میں ایک گراں بہا و امثالہ بھی جاسکتی ہے۔ اس کی ایک نظم دوشیزہ کسارِ نظارہ کے جولائی اگست نمبر میں شائع ہو چکی ہے اس کے دیکھنے کے بعد ان نظموں کا کافی اندازہ کر سکتے ہیں قیمت صرف ۸ روپے

## اجیاد الہیت

علامہ حلال الدین سیوطی کا بے نظیر مجموعہ حدیث حکیمہ ترجمہ ہم نے شائع کیا ہے۔ کچھ دنوں پہلے یہ کتاب نایاب تھی قیمت صرف ۲۰ روپے

## خصائص مرقیہ

حضرت علی علیہ السلام کے حالات و کمالات کا مجموعہ کہن ایضاً مرقیہ جو اس کے مصنف امام نسائی سے نالافت ہے۔ یہ کتاب بھی کیا ب تھی اس کو ہم نے مرتبہ بعد از ادب میں شائع کیا ہے۔ قیمت ۸ روپے

المشتق سے لے کر آئینہ کا نام لے کر نظر لیتا ہوا ہے

# حُسن کی برقرارِ قائم و سدا؟

## حیرت انگیز حسن اور ویسی کریم کے استعمال سے



**غازہ حسن** منہ دھونے کا بہترین پودر چہرے کو سُرخ و سفید کرتا ہے جو جلد کو ملائم کرتا ہے جس نے بھی ایک مرتبہ منگایا وہ ہمیشہ کے لئے غازہ حسن کا خریدار ہو گیا۔ آپ بھی منگا کر دیکھئے صرف آٹھ آنے کا ایک ٹبہ ملتا ہے جو ایک ماہ استعمال کیا جائے ایک مرتبہ آٹھ آنے کھو دیجئے یا تو آپ کو ہماری دروغ گوئی ظاہر ہو جائے گی اور یا آپ ہمیشہ خریدار ہو جائیں گے۔

**ویسی کریم** آج کل جاڑوں میں چہرے کے تمام ماسے دور کرتی ہے۔ آج کل جسم کی کمال پھٹ پھٹ کر اکثر خون مکھل آتا ہے اس کے لئے اکیس ہر خوشبو اتنی تیز ہو چکی انتہا نہیں۔ آپ لاتی کریم سے رنگ و خوشبو فوائد ہر طرح سے ملا کر دیکھ سکتے ہیں

قیمت تین تین روپے صرف آٹھ آنے علاوہ محصول

الملث ————— تنھی

شمسی اینڈ سونل لال مسجد رامپور اسٹیٹ

## فائدہ ہوتو قیمت الیس

**معجون مقوی** - جریاں، احتلام، رقت، سرعت، کاترہ بدن، علاج قوت باہ کی بنیظیر دوا۔ اس معجون مقوی میں قیمتی اجزاء شامل ہیں مثلاً مرورہ سفید، ورق طلاء و لقرہ، یا قوت مسخ وغیرہ وغیرہ اگر آپ کو ہم پر اعتبار نہ ہو تو ہم آپ کے سامنے معجون بنا کر تیار کر دیں قیمت ۳۰ خوراک ۵ علاوہ محصول ڈاک ۵ خوراک سے علاوہ محصول ڈاک۔

**سفوف جریاں** یہ بھی ہماری بنیظیر شیر العوائد دوا ہے۔ ہزاروں مریضوں پر تجربہ کیا جا چکا ہے اسکا اثر تین دن کے استعمال سے فوری ظاہر ہو جاتا ہے پرانے سے بدانا جریاں چند دن کے استعمال سے نیست و نابود ہو جاتا ہے قیمت فی شیشی جو بالکل اچھا کر دینے کے لئے کافی ہے صرف للہ علاوہ محصول ڈاک

**بنیظیر طلاء** - کچی، لاغری ہستی، رنگوں کا نیلا پن، اس طلاء کے فوری استعمال سے دور ہو جاتا ہے ہر موسم میں اسکا استعمال ہو سکتا ہے ۳۲ سال کا آزمودہ ہے ہزار ہا مریضوں پر تجربہ کیا جا چکا ہے ذیل میں اسکی چند دوائیں درج کی جاتی ہیں۔

مارسیاہ (۱۲ عدد) مغز گرگٹ (۲ تولہ) مغز کنفشک (۳ تولہ) مغز خرگوش (دو مار) مغز شمشاد (دو مار) مستی فیل (۱ تولہ) مستی شتر ادولہ مستی میندک (۱ تولہ) مستی ساندہ (۱ تولہ) مغز کبوتر صحرائی (۱۰ تولہ) وغیرہ وغیرہ ابھی بہت سی ایسی دوائیں بمحاذ طوالت درج نہیں کی گئیں جن میں کی ایک ایک دوا آٹھ گھنٹہ روز میں چار ہوتی ہے یہ نسخہ مہینوں کی محنت میں تیار ہوتا ہے اگر آپ اس کی کسی دوا کو کوئی شخص یہ بتا کر دے کہ وہ اس طلاء میں شامل نہیں ہو تو اس کو سو روپیہ انعام دیا جائیگا قیمت فی شیشی ۷ جمیں ڈیڑھ ماشہ طلاء ہوتا ہے اور جو ایک مریض کیلئے کافی ہے مبلغ تیس روپیہ علاوہ محصول ڈاک وغیرہ

**طلاء اکسیر** یہ طلاء آرام باسملی ہے لگاتے ہی اپنا اثر کرتا ہے بچپن کی غلط کاریوں کے لئے یا کسیرے قیمت فی شیشی ۷ جمیں تولہ بھر ہوتا ہے للہ علاوہ محصول ڈاک۔

**نورٹ** - آجکل اشتہاری دوا بازون نے جو پاک میں غلط فہمی پیدا کر رکھی وہ پوشیدہ نہیں اسلئے اگر آپ ہماری دوائیں لگاتے ہوئے ڈرتے ہیں تو باتو آپ خود بغرض علاج ہمارے پاس تشریف لائے یا ہم کو اپنے پاس بلائیے فیس وغیرہ بذریعہ خط و کتابت کیجئے۔ اسمیں کی ہر دوا ہم کہنے پر تیار ہیں کہ اگر فائدہ نہ کرے تو حلفیہ بیان پر قیمت واپس کر دی جائیگی۔

المشاہد حکیم محمد شہم جرنی محلہ لکھنؤ





